ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
7 تا 13 جون 2001ء

☆ جناب چیف ایگزیکٹو کی خدمت میں! (اداریہ)
☆ گورنمنٹ کالج میں غیر اسلامی نظریات کا فروغ (منبر و محراب)
☆ جوابی وار — سانحۂ نیپال کے تناظر میں (تجزیہ)

عظیم ترین انقلابی رہنما محمد مصطفی ﷺ

''تاریخ انسانی میں کامل انقلاب برپا کرنے کا اعزاز صرف اور صرف حضرت محمد عربی ﷺ کو حاصل ہے۔ دنیا کے جو دیگر انقلابات مشہور ہیں، وہ سب جزوی انقلاب تھے۔ فرانس کے انقلاب سے صرف سیاسی ڈھانچہ بدلا، معاشی نہیں بدلا، معاشرتی نہیں بدلا، روحانی و اخلاقی اقدار نہیں بدلیں، عقائد نہیں بدلے۔ روسی انقلاب سے صرف معاشی ڈھانچہ بدلا، سیاسی ڈھانچہ میں ایک جزوی تبدیلی یہ آئی کہ صرف ایک پارٹی کے نمائندوں پر مشتمل حکومت کا نظام قائم ہو گیا — البتہ انسانی زندگی کے چھ کے چھ گوشوں یعنی عقائد، عبادات اور سماجی رسوم کے علاوہ معاشرتی نظام، معاشی و اقتصادی نظام اور سیاسی نظام کو تاریخ انسانی میں صرف ایک مرتبہ بدلا گیا ہے اور یہ کارنامہ سرانجام دیا حضرت محمد ﷺ نے۔ پس جسے کامل، ہمہ گیر، گھمبیر اور مکمل انقلاب کہا جائے تو وہ ہے ہی صرف ایک، اور وہ ہے رسول آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کا برپا کیا ہوا انقلاب — حضور ﷺ کے لائے ہوئے انقلاب میں ڈھونڈے سے بھی کوئی چیز ایسی نہیں ملے گی جو یکسر تبدیل ہو کر نہ رہ گئی ہو۔ ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ'' کی جدوجہد، سعی و کوشش، محنت و مشقت اور ایثار و قربانی کے نتیجہ میں لاکھوں مربع میل کے رقبے پر بسنے والوں کی زندگیوں میں ایک ایسا انقلاب عظیم برپا ہو گیا کہ ان کی سوچ بدل گئی، ان کے عزائم بدل گئے، ان کا فکر بدل گیا، ان کے عقائد بدل گئے، ان کی اقدار بدل گئیں، ان کی تمنائیں بدل گئیں، ان کے مقاصد بدل گئے، ان کی آرزوئیں بدل گئیں، ان کے دن بدل گئے، ان کی راتیں بدل گئیں، ان کی صبحیں بدل گئیں، ان کی شامیں بدل گئیں، ان کی زمین بدل گئی، ان کا آسمان بدل گیا، یہاں تک کہ اگر پہلے انہیں زندگی عزیز تھی تو اب موت عزیز تر ہو گئی۔ جو رہزن تھے، وہ رہبر بن گئے، جو اُمّی تھے، وہ متعدد علوم و فنون کے موجد بن گئے۔ جو بے شمار ذمائم اخلاق میں مبتلا تھے وہ مکارم اخلاق کے معلم و داعی بن گئے جو زانی اور نفس پرست تھے، وہ عصمت و عفت کے محافظ بن گئے۔ جو بے قید حصول معاش کے عادی اور اسراف و تبذیر کے خوگر تھے، وہ مال و دولت کے امین بن گئے — یہ تھی گھمبیرتا، ہمہ گیری اور برکت اس انقلاب کی جو محمد عربی ﷺ نے برپا فرمایا''۔

(امیر تنظیم اسلامی کی کتاب ''منہج انقلاب نبوی ﷺ'' سے ایک اقتباس)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الھــــدیٰ

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ البقرۃ (۲۰)

﴿فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝﴾

’’ان کے دلوں میں روگ (بیماری) ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کا روگ بڑھا دیا ہے‘ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے بسبب اس جھوٹ کے جو وہ بولتے رہے‘‘۔

منصب رسالت حضور ﷺ کو عطا کئے جانے کا یہودیوں کو بہت رنج ہوا تھا اور اس پر مستزاد اہل ایمان کے پھلنے پھولنے اور بڑھنے کا عمل انہیں اندر ہی اندر کھائے جا رہا تھا۔ وہ اپنی مذہبی چودھراہٹ کے خاتمے اور روایتی تکبر اور تعصب کی بناء پر حسد کی آگ میں جل رہے تھے۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ دو ہزار برس تک تو وحی و نبوت کا امتیازی مقام ہمیں حاصل رہا‘ ہمارے درمیان سے نبی اٹھتے رہے اور ہمیں کتابیں دی جاتی رہیں۔ اب ہم یہ کیسے مان لیں کہ یہ امتیازی مقام ہم سے سلب کر کے دوسروں کو دے دیا گیا؟ یہود کی حسد و تکبر جیسی باطنی بیماریوں نے انہیں سب کچھ جانتے ہوئے بھی حق کو تسلیم کرنے سے روکے رکھا اور وہ مسلسل ہٹ دھرمی‘ ضد اور عناد کا مظاہرہ کرتے رہے — اس آیت کا مصداق اگر منافقین کو قرار دیا جائے تو ان میں بھی بزدلی اور حبِ جان و مال کا مرض موجود تھا‘ وہ اسلام کے لئے جان و مال کی قربانی دینے کے لئے کسی طور آمادہ نہیں تھے۔ انہوں نے اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر حضور اکرم ﷺ پر ایمان لانے کا اعلان تو کر دیا لیکن وہ اللہ کی راہ میں کسی شے کا نقصان برداشت کرنا نہیں چاہتے تھے۔ وہ گویا ایمان اور کفر کے مابین ’’مذبذب‘‘ ہو کر رہ گئے تھے ؎

ایماں مجھے کھینچے ہے تو روکے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے آگے ہے کلیسا مرے پیچھے

﴿فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی رسی دراز کر رہا ہے یعنی انہیں برائی کے کاموں میں ڈھیل دے رہا ہے۔ اس ضمن میں واضح رہے کہ ہدایت و ضلالت کے معاملے میں اللہ کا ایک قانون اور ضابطہ معین ہے۔ اس نے انسان کو نیکی و بدی کا شعور بخشا ہے۔ بجوائے الفاظ قرآنی ﴿فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا﴾ یعنی انسان میں نیکی اور بدی کی تمیز ڈال دی ہے۔ انسان اس الہامی صلاحیت یا دوسرے الفاظ میں عقل کی کسوٹی کی بنا پر اگر خیر کے راستے پر بڑھے گا تو اللہ تعالیٰ یہ راستہ اس کے لئے کشادہ کرتا چلا جائے گا۔ شروع میں اگرچہ بڑی مشکل نظر آئے گی لیکن جب آگے بڑھے گا تو ’’فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى‘‘ کے مصداق اللہ تعالیٰ اسے آسان بناتا چلا جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر غلط راستہ اختیار کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی راہیں بھی کھول دیتا ہے۔ آج اگر تھوڑے درجے کی بے حیائی اختیار کی ہے تو کل اس سے کئی گنا زیادہ بے حیائی کا ارتکاب ہو گا اور روز بروز اس میں آگے بڑھتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ نیکی اور بدی کی حس ہی ختم ہو جائے گی اور حق کی طرف مراجعت کا کوئی امکان نہیں رہے گا۔ فطرت مسخ ہونے کی اسی آخری حد کو گزشتہ رکوع میں ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ......﴾ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

زیر درس آیت کے نصف آخر میں یہود اور منافقین کے دعویٰ ایمان کی حقیقت بتائی جا رہی ہے کہ یہ دراصل جھوٹ پر مبنی ہے اور اسی جھوٹ کی پاداش میں ان کے لئے دردناک اور الم ناک عذاب ہے۔

فرمانِ نبوی

چوھدری رحمت اللہ بٹر

جماعت کی اہمیت

عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((ثَلَاثَةٌ لَا تَسْأَلُ عَنْهُمْ رَجُلٌ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ وَعَصٰى اِمَامَهٗ وَمَاتَ عَاصِيًا وَاَمَةٌ اَوْ عَبْدٌ اَبَقَ فَمَاتَ وَامْرَاَةٌ غَابَ عَنْهَا زَوْجُهَا وَقَدْ كَفَاهَا مُؤْنَةَ الدُّنْيَا فَتَبَرَّجَتْ بَعْدَهٗ فَلَا يُسْئَلُ عَنْهُمْ)) [مسند احمد]

’’حضرت فضالہ بن عبیدؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’تین قسم کے لوگ وہ ہیں کہ جن کے بارے میں (روزِ قیامت) کوئی بات نہیں سنی جائے گی۔ ایک وہ شخص جو جماعت سے علیحدہ ہو گیا اور اپنے امام کی نافرمانی کی اور اسی حالت میں فوت ہو گیا۔ دوسرے وہ لونڈی یا غلام جو فرار ہو گیا اور اسی حالت میں مر گیا۔ تیسرے وہ عورت کہ جس کا خاوند اسے مناسب حد تک دنیا کی ضروریات فراہم کرتا ہو لیکن وہ جب غیر حاضر ہو تو وہ عورت بے پردگی کرے۔ ان (تینوں) کے بارے میں کوئی بات نہیں سنی جائے گی‘‘۔

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں آزمائش کا جو نظام بنایا ہے اس میں بعض انسانوں کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس فضیلت و فوقیت کی وجہ سے جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس کو ادا کرنا بھی لازم کیا ہے۔ انسانی فلاح و بہبود کے کام ہمیشہ اجتماعیت کی صورت ہی میں ادا ہو سکتے ہیں اور اجتماعیت میں بہر صورت بعض لوگوں کو بعض پر اختیارات حاصل ہوتے ہیں اور بعض کو بعض کے احکامات ماننے پڑتے ہیں۔ یہ احکامات ماننے میں بعض لوگ عار محسوس کرتے ہیں اور کسی کے تابع رہنا گوارا نہیں کرتے حالانکہ نظام تو چلتا ہی اس صورت میں ہے کہ اطاعت کی جائے اور ڈسپلن کو قائم رکھا جائے۔ اس لئے فرمایا کہ اگر مسلمانوں کی حکومت کسی علاقے میں قائم ہے اور ان کا امیر مقرر ہے تو تمام مسلمانوں کو اس امیر کی اطاعت کرنا ہو گی جب تک وہ دین کے دائرے کے اندر احکامات دے اور ایسی اجتماعیت کو چھوڑنا دین کے لحاظ سے قابلِ مواخذہ ہے۔ ایسے شخص کا کوئی عذر نہیں سنا جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی غلام اپنے مالک سے بھاگ جاتا ہے تو یہ بھی نافرمانی ہے اور یہ جواز قبول نہیں ہو گا کہ آزادی اس کا حق ہے اور وہ اسی لئے بھاگ گیا تھا۔ تیسرے وہ عورت جس کا خاوند محنت مزدوری کر کے اس کی کفالت کر رہا ہے تو اس عورت پر حق عائد ہوتا ہے کہ اس کی غیر حاضری میں اس کی عصمت کی حفاظت کرے۔ ایسے معاملات میں جہاں پکڑ سخت ہے وہاں اجر بھی دوگنا ہے۔ چنانچہ ایسے لوگوں کو جن کو اللہ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ انسانوں کی اطاعت بھی کرنا پڑتی ہے‘ ان کے لئے اجر بھی دوہرا ہے۔ اسی لئے ان کی نافرمانی پر ان کا عذر بھی قابلِ قبول نہیں ہو گا کیونکہ اگر ہر شخص اپنی مرضی سے خود ہی اپنی حیثیت معین کرنا شروع کر دے تو نظامِ زندگی درہم برہم ہو جائے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ فرما رہے ہیں کہ ان کا کوئی عذر اللہ کے ہاں قابلِ قبول نہیں ہو گا۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

جلد 10 شمارہ 20
7 تا 13 جون 2001ء
(۱۴ تا ۲۰ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ)

بانی : اقتدار احمد مرحوم
مدیر: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: فرقان دانش خان
معاونین: مرزا ایوب بیگ ' مرزا ندیم بیگ
نعیم اختر عدنان ' سردار اعوان
انور کمال میو
نگران طباعت : شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار ' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 03-5869501 فیکس: 5834000
E-Mail:anjuman@tanzeem.org
Website:www.tanzeem.org

قیمت فی شمارہ : 5 روپے
زر تعاون (اندورن پاکستان) :
سالانہ 225 روپے' ششماہی 120 روپے
سالانہ زر تعاون (بیرون پاکستان):
☆ ایران' ترکی' اومان' مسقط' عراق' الجزائر' مصر
700 روپے (12 امریکی ڈالر)
☆ سعودی عرب' کویت' بحرین' قطر' امارات' بھارت'
بنگلہ دیش' افریقہ' ایشیا' جاپان' یورپ
900 روپے (15 امریکی ڈالر)
☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا' نیوزی لینڈ
1400 روپے (25 امریکی ڈالر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

حافظ عاکف سعید

جناب چیف ایگزیکٹو کی خدمت میں!

گزشتہ روز ۱۲ ربیع الاول کی مناسبت سے اسلام آباد میں منعقدہ سیرت کانفرنس میں' جہاں علماء کرام کی ایک بڑی تعداد موجود تھی' چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف صاحب نے بہت سی وہ باتیں کھل کر کہہ دیں جنہیں وہ' بقول خود ان کے' ایک عرصے سے دل میں چھپائے بیٹھے تھے۔ جنرل پرویز مشرف نے سیرت النبی کے حوالے سے ایک مثالی اسلامی معاشرے کے قیام کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے پاکستان کے موجودہ معاشرے کے بعض پہلوؤں پر تنقیدی نگاہ ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ سب سے پہلے عدل و انصاف کو لے لیجئے۔ اسلام میں اس کی بڑی اہمیت ہے لیکن ہمارے معاشرے میں عدل و انصاف کہاں ہے! کیا ہماری عدلیہ کرپشن سے پاک ہے؟...... چیف ایگزیکٹو نے اعتراف کیا کہ غریب آدمی کو یہاں انصاف نہیں ملتا...... تاہم جنرل صاحب نے اس حوالے سے غریب کے حق میں دو بول ہمدردی کے بولنے ہی پر اکتفا کیا' اس ظلم کا ارتکاب کرنے والوں کا تعین کرنے اور مسئلہ کا کوئی قابل عمل حل پیش کرنے کی انہوں نے کوشش نہیں کی۔

اس کے بعد انہوں نے اسلام کے ''اصول رواداری'' کے حوالے سے علماء کرام اور دینی و مذہبی جماعتوں کو آڑے ہاتھوں لیا اور اپنے دل کی خوب خوب بھڑاس نکالی۔ جنرل صاحب کے نزدیک امن عامہ کے بگاڑ کا اصل سبب مذہبی تنگ نظری' انتہا پسندی اور فرقہ وارانہ تعصبات ہیں...... انہوں نے فرمایا کہ ہمارا اصل مسئلہ معاشی بدحالی ہے۔ انہوں نے روس کی مثال دے کر اس نکتے کو مزید واضح کیا کہ زبردست ایٹمی قوت ہونے کے باوجود معاشی بدحالی اور دیوالیہ پن نے یو ایس ایس آر جیسی عظیم طاقت کو ریت کی دیوار میں تبدیل کر دیا۔ جنرل صاحب نے اپنی اس بے بسی کا بڑے درد بھرے انداز میں شکوہ کیا کہ ہم بیرون ملک پاکستانیوں اور غیر ملکیوں کو یہاں سرمایہ کاری پر آمادہ کرنے کے لئے لاکھ جتن کرتے ہیں لیکن تخریب کاری اور دہشت گردی کے واقعات ہماری اس ساری کوشش پر پانی پھیر دیتے ہیں...... یہ تھا ہمارے قابل احترام چیف ایگزیکٹو کے خطاب کا خلاصہ...... ہم اس خطاب کے حوالے سے جنرل صاحب کی خدمت میں بصد ادب کچھ سوالات اور چند گزارشات پیش کرنے کی جسارت کر رہے ہیں کہ حکمرانوں کے حوالے سے ''الدین النصیحۃ'' کا تقاضا یہی ہے کہ پورے خلوص اور دیانت داری کے ساتھ وہ بات ان کی خدمت میں عرض کی جائے جسے ہم ملک و قوم کے ہی نہیں خود ان کے مفاد میں بھی بہتر خیال کرتے ہوں۔

☆ جناب چیف ایگزیکٹو صاحب! آپ نے علماء کرام کے کردار اور دینی جماعتوں کے حوالے سے اپنے دل کی بھڑاس تو نکال لی لیکن کیا یہ بات قرین انصاف نہیں تھی کہ آپ علماء کرام کو بھی وضاحت پیش کرنے اور اپنا موقف بیان کرنے کا بھرپور موقع دیتے اور ان کی باتوں پر سنجیدگی سے اور ٹھنڈے دل سے غور کرنے کے بعد کوئی رائے قائم کرتے۔

☆ جناب محترم! آپ سے بڑھ کر اس حقیقت سے واقف کون ہوگا کہ ہمارے ملک میں تخریب کاری اور دہشت گردی کے منصوبوں کا اصل خالق کون ہے؟...... مذہبی منافرت کی آڑ میں اصل کھیل تو بھارت اور اسرائیل کی خفیہ ایجنسیاں کھیل رہی ہیں اور اس ضمن میں امریکی ادارے سی آئی اے کا کردار بھی اب کوئی سربستہ راز نہیں ہے۔ کچھ جنونی قسم کے مذہبی انتہا پسندی میں مبتلا لوگ ان کے آلہ کار بن جاتے ہیں...... کشمیر میں ہماری مسلسل دراندازی اور عالمی طاقتوں کی خواہش کے علی الرغم ہمارا ایٹمی صلاحیت کا حامل بن جانا ہمارے وہ ناقابل معافی جرائم ہیں جن کی سزا عالمی اسلام دشمن طاقتیں ہمیں اس شکل میں دے رہی ہیں!...... ان حالات میں تمام الزام دینی جماعتوں اور علماء کرام پر ڈال دینا کہاں کا انصاف ہے!! تخریب کاری کے واقعات کی روک تھام کی ذمہ داری فی الواقع کس پر عائد ہوتی ہے!...... علماء پر یا حکومت پر؟......

☆ جہاں تک معاشی بدحالی کو خوش حالی میں بدلنے کا معاملہ ہے' ہم دست بستہ آپ کی خدمت میں عرض کریں گے کہ اگر غیر ملکی سرمایہ کاروں کے روپ میں ملٹی نیشنل ادارے اپنی من مانی شرائط پر ہمارے قومی اہمیت کے اداروں مثلاً ریلوے' واپڈا اور ٹیلی فون وغیرہ میں دخیل ہو گئے تو یہ خود اپنے آپ کو اور ملک و قوم کو خون آشام یہودیوں کے ہاتھوں بیچنے اور اپنی آزادی اور خود مختاری کو داؤ پر لگانے کے مترادف ہوگا۔ یہ سراسر خسارے اور گھاٹے کا سودا ہوگا۔

☆ پاکستان میں غریب آدمی کی حالت زار کے حوالے سے ہمارے سابقہ حکمرانوں کے پیٹ میں بھی وقتاً فوقتاً مروڑ اٹھتے رہے ہیں لیکن جناب چیف ایگزیکٹو اللہ کو حاضر ناظر جان کر ذرا اپنے گریبان میں جھانکئے کہ غریب پر قافیہ حیات تنگ کرنے اور اسے ضروری سہولیات زندگی سے محروم کر کے معاشی اعتبار سے موت کی طرف دھکیلنے کا ذمہ دار کون ہے؟...... کیا آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کی غلامی پر مبنی موجودہ ظالمانہ نظام اس کا ذمہ دار نہیں جس کے آپ محافظ بنے بیٹھے ہیں...... اس مسلم حقیقت کو آپ کیوں فراموش کئے دیتے ہیں کہ آئی ایم ایف کے قرضوں کے حوالے سے اور ان کے مشوروں پر چل کر آج تک دنیا کے کسی ملک کی معاشی حالت نہیں سدھری۔ جناب محترم! سیرت النبی کا اصل پیغام غیر اللہ کی غلامی سے نکل کر ایک اللہ کی غلامی اختیار کرنا ہے۔

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

گورنمنٹ کالج کے نصاب میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش، حکومت نوٹس لے

مسئلہ کشمیر کا حل دونوں ملکوں کے لئے بہتر ہے، اہل وادی کو تھرڈ آپشن دینے میں کوئی حرج نہیں

مسجد دارالسلام باغ جناح، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے یکم جون ۲۰۰۱ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

سورۂ آل عمران میں ارشاد ربانی ہے :

"اللہ کے نزدیک (منظور شدہ اور متقبول) دین صرف اسلام ہے"۔ (آیت:۱۹)

اسی سورہ میں دوسرے مقام پر منفی انداز میں یہی بات تاکیداً فرمائی گئی:

"جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرے گا وہ ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں ہوگا"۔ (آیت:۸۵)

ان آیات کا مفہوم یہ ہے کہ بعثت محمد ﷺ کے بعد اللہ کا پسندیدہ دین اسلام ہے، اس کے سوا کوئی دین اللہ کو قبول و منظور نہیں۔

اسی طرح ان آیات کی ہم مفہوم سورۂ مائدہ کی ایک

> گورنمنٹ کالج کے نصاب میں شراب نوشی کی ترغیب، شادی سے پہلے جنسی تعلقات قائم کرنے اور خنزیر کے گوشت کے فوائد جیسے معاملات شامل ہیں

آیت ہے جس کے بارے میں یہودں نے کہا تھا کہ اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس آیت کے یوم نزول کو یوم عید کے طور پر منایا کرتے۔ وہ آیت یہ ہے:

"آج میں نے تمہارے لئے اپنے دین کو کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت ہدایت کو پورا کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا"۔ (مائدہ:۳)

اس آیۂ مبارکہ میں ایک بہت بڑی حقیقت بیان ہوئی یعنی یہ کہ اس دنیا میں اصل نعمت صرف نعمتِ ہدایت ہے۔ باقی تمام نعمتیں نعمتِ ہدایت سے مشروط ہیں۔ صحت بلاشبہ نعمت ہے اگر نعمتِ ہدایت کے ساتھ ہے۔ ورنہ یہی صحت وبال بن سکتی ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اگر آدمی ہدایت سے محروم ہو تو وہ اپنی صحت کو لوگوں پر ظلم کے لیے استعمال کرے۔ دولت بھی ہدایت کے ساتھ نعمت ہے، ورنہ دولت اپنے غلط استعمال کے باعث عذاب کا ذریعہ بن جائے گی۔ اسی طرح اولاد کا نعمت ہونا بھی نعمتِ ہدایت سے مشروط ہے ورنہ یہی اولاد بعد میں سوہانِ روح بن جاتی ہے۔

اس آیت میں دو الفاظ اکمال اور اتمام، دینِ اسلام کی شان میں استعمال ہوئے ہیں۔ یعنی اب دین کی تکمیل بھی ہوگئی اور قرآن پاک کی شکل میں نعمت ہدایت کا اتمام بھی ہو گیا۔ اب قیامت تک اللہ کے نزدیک صرف یہی دین قابل قبول ہے۔ سب سے اہم اور غور طلب بات یہ ہے کہ اسلام دین ہے، مذہب نہیں ہے۔ عام طور پر اسلام کو مذہب سمجھا جاتا ہے۔ مذہب میں تین چیزیں شامل ہوتی ہیں (۱) عقائد (۲) مراسم عبودیت اور (۳) سماجی رسومات۔

اگر ان تین چیزوں میں تین مزید چیزوں کا اضافہ کر دیا جائے تو وہ دین بن جاتا ہے یعنی (۱) سماجی نظام (۲) معاشی نظام اور (۳) سیاسی نظام کو بھی شامل کر دیا جائے۔

اسلام کو اسی اعتبار سے دین کہا گیا، کہ یہ ان چھ انفرادی و اجتماعی گوشہ ہائے زندگی کو محیط ہے۔ دینِ اسلام کے کامل ہونے کا تعلق ختم نبوت سے ہے۔ جب تک نبوت کا سلسلہ چل رہا تھا، دین و شریعت اور ہدایت کا معاملہ بھی ارتقائی مراحل میں تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی انسانیت بھی ارتقائی مراحل سے گزر رہی تھی۔ لیکن جب حضرت محمد ﷺ تشریف لائے تو انسان ذہنی و عقلی اعتبار سے بالغ ہو چکا تھا۔ چنانچہ آپؐ کے ذریعے مکمل دین اور کامل ہدایت بھی عطا کر دی گئی اور ساتھ ہی نبوت و رسالت کا سلسلہ بھی ختم کرنے کا اعلان کر دیا گیا۔ اب دین و شریعت اور نعمت ہدایت کی ہر لحاظ سے تکمیل ہوگئی۔ اس حوالے سے یہ بات ذہن نشین کرنے کی ہے کہ قرآن میں جو اوامر و نواہی آئے ہیں ان میں اب کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا، وہ ناقابل تنسیخ و ناقابل تبدیل ہیں۔

قرآن کے اوامر و نواہی یعنی احکام بہت سے ہیں۔ کچھ کا تعلق اخلاقیات سے ہے جنہیں انسان فطری طور پر تسلیم کرتا ہے مثلاً سچ بولو، جھوٹ سے اجتناب کرو۔ اسی طرح بعض چیزیں ہیں کہ جنہیں حرام کر دیا گیا جیسے سور کا گوشت حرام ہے۔ ان چیزوں کو کبھی حلال نہیں کیا جاسکتا۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کا تعلق احکام شریعت سے ہے۔ لیکن ایک عرصہ تک انگریزوں کی حکمرانی کی وجہ سے ہم مغربی تہذیب سے مرعوب ہوگئے اور ہم میں مغربی علوم سے کچھ ایسے مرعوب دانشور پیدا ہوگئے جنہوں نے اسلامی تعلیمات کے حوالے سے معذرت خواہانہ انداز اختیار کیا۔ اگرچہ یہ مخلص لوگ تھے لیکن انہوں نے اس مرعوبیت کے زیر اثر اسلام کو جدید مغربی نظریات کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی۔ ان میں سرسید احمد خان، عبداللہ چکڑالوی اور منکر حدیث غلام احمد پرویز کے نام سرفہرست ہیں۔

مغربی افکار سے مرعوبیت کا ایک مظاہرہ حال ہی میں گورنمنٹ کالج لاہور میں دیکھنے میں آرہا ہے۔ ایک دور تھا جب گورنمنٹ کالج ملک کا نمبر ایک تعلیمی ادارہ تھا۔ کچھ عرصہ پہلے تک تو یہ حکومت کے تحت تھا۔ ۱۹۹۷ء میں اسے ایک خودمختار ادارہ بنا دیا گیا۔ لہٰذا پوسٹ گریجویٹ کا نصاب طے کرنے، بی اے، بی ایس سی کے امتحانات لینے اور ڈگری

> اسلامیات کے نصاب میں اساتذہ پڑھاتے ہیں کہ انسان اللہ کا پابند نہیں، حضورؐ کو موسیقی پسند تھی، متقی شخص پر نماز فرض نہیں

دینے میں وہ خودمختار ہوگیا۔ فیسوں کے لحاظ سے بھی اسے آزادی دے دی گئی جس کے باعث فیسوں میں بے پناہ اضافہ بھی ہوا۔ گویا یہ ادارہ ایک Mini یونیورسٹی کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ تاہم اس خودمختاری کے نتیجے میں حالات میں کچھ بہتری تو کیا آتی نتیجہ اس کے بالکل برعکس نکلا۔ بعض معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ ایم اے اکنامکس اور پولیٹکل سائنس کے نصاب سے اسلامی حصہ خارج کر کے اسے سیکولرائز کر دیا گیا ہے۔ اسلامیات کے نصاب سے متعدد آیات قرآنی جبکہ بی اے، بی ایس سی کے نصاب سے احادیث خارج کر دی گئیں۔ اسی پر بس نہیں انگریزی لٹریچر میں شراب نوشی کی ترغیب، جانور اور انسانوں کے جنسی تعلق کی تفاصیل، شادی سے پہلے جنسی تعلقات قائم کرنے اور خنزیر کے گوشت کے فوائد جیسے معاملات شامل نصاب کئے گئے ہیں جو دراصل مغربی نصاب کا حصہ ہیں۔ ان غیر اسلامی معاملات پر چند اساتذہ نے احتجاج کیا تو ان کا

تبادلہ کردیا گیا یا انہیں سزادی گئی۔

اسی طرح اسلامک اسٹڈیز ڈیپارٹمنٹ میں اسلامی عقائد کے خلاف لبرل ازم کو فروغ دینے اور اسلامی احکام میں ردوبدل اور کتربیونت کا سلسلہ جاری ہے۔ ان تمام معاملات کے ذمہ دار تین افراد ہیں۔ جن میں کالج کا پرنسپل خالد آفتاب' اس کے چہیتے استاد پروفیسر رفیق محمد اور تیسرے پروفیسر خان محمد چاولہ شامل ہیں۔ جب یہ معاملہ اخبارات میں منظر عام پر آیا تو پرنسپل نے ان الزامات کو بے بنیاد قرار دیا۔ پرنسپل کی اس دیدہ دلیری پر ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی صاحب کی طرف سے ایک بیان جاری کی گیا جس پر مفتی محمد خان قادری' خورشید احمد گنگوہی اور مولانا عبدالمالک صاحب کے بھی دستخط موجود ہیں۔

اس بیان میں کہا گیا کہ ہم پرنسپل خالد آفتاب کے تردیدی بیان کو مسترد کرتے ہیں' کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلامیات کے اساتذہ طلبہ کو اس قسم کے Notes لکھواتے ہیں کہ:

(۱) انسان اللہ کے حکم کا پابند نہیں (۲) شیطان انسان کا دوست اور رہنما ہے (۳) دنیا آزمائش گاہ نہیں (۴) مسلمان ہونے کے لئے کلمہ شرط نہیں (۵) نماز ہر زبان میں پڑھی جا سکتی ہے (۶) حضور ﷺ کو موسیقی پسند تھی (۷) نمازوں میں کمی وبیشی ہوسکتی ہے (۸) اللہ ان لوگوں کو جو ایمان نہ لائیں لیکن عمل صالح کریں' نجات دے دے گا (۹) متقی شخص پر نماز فرض نہیں (۱۰) صرف گناہ گار شخص نماز پڑھے (۱۱) جب تک ہم قرآن کو نہیں چھوڑیں گے ترقی نہیں کر سکتے۔ (۱۲) قرآن متروک ہو چکا اب ہمیں نئی کتاب کی ضرورت ہے (۱۳) قرآن کی علم فلکیات سے متعلق باتیں بالکل غلط ہیں۔

ان حقائق کی روشنی میں حکومت سے اس بیان میں مطالبہ کیا گیا کہ گورنمنٹ کالج کے پرنسپل اور اسلام دشمن اساتذہ کو فوری برطرف کیا جائے۔

اسی طرح پروفیسر رفیق محمد سابق صدر شعبہ اسلامیات کے خیالات بھی ملاحظہ کیجئے جن کی تصدیق کئی اساتذہ نے کی۔ اس کے نزدیک قرآن وحدیث کے الفاظ کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ اس کے پیچھے موجود Thought اہم ہے۔ قرآن متروک ہو چکا ہے اب نئے قرآن کی ضرورت ہے۔ عذاب قبر مولویوں کی خام خیالی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جہنمی اور کافر ہیں (نعوذ باللہ)۔ داڑھی رکھنا سنت نہیں۔ دو قومی نظریہ نصاب سے خارج کیا جانا چاہئے۔ واقعہ شق قمر کی کوئی اہمیت نہیں۔ بعد میں جب ان کی جگہ حافظ ثناء اللہ کو شعبہ اسلامیات کا ہیڈ بنایا گیا' انہوں نے نصاب میں شامل ان متجددانہ خیالات کو نکالنا چاہا تو پروفیسر رفیق نے دخل اندازی کی۔ جس پر احتجاج کیا گیا تو پروفیسر رفیق کے خلاف ایکشن لینے کے بجائے حافظ ثناء اللہ کو معزول کر دیا۔

ان تمام معاملات کا بہت سے دوسرے علماء نے بھی نوٹس لیا ہے۔ مولانا مقصود احمد قادری' مولانا علی اصغر عباسی اور مولانا امجد خان سمیت کئی علماء نے حکومت کی توجہ اس طرح مبذول کرائی۔ روزنامہ پاکستان نے اداریہ لکھا' ملی یکجہتی کونسل نے اس بے دینی پر احتجاج کیا لیکن حکومت کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حکومت سیدھے طریقے سے کوئی بات سننے کو تیار ہی نہیں۔

میرے نزدیک حکومت کو اس معاملے میں دانشمندی کا ثبوت دینا چاہئے اور کسی احتجاجی تحریک' توڑ پھوڑ اور گھیراؤ جلاؤ کی نوبت آنے سے پہلے ان معاملات کا سختی سے نوٹس لینا چاہئے اور کالج کے موجودہ پرنسپل اور ان معاملات کے ذمہ دار اساتذہ کے خلاف تحقیقات کروائی جائیں۔

اسی طرح حکومت کو ملک بھر کے تعلیمی نصاب کو آزادی دینے کی پالیسی پر بھی نظر ثانی کرنی چاہئے کیونکہ اگر ایک تعلیمی ادارے کو خودمختاری دینے کا یہ خوفناک نتیجہ نکلا ہے تو ٹیکسٹ بک بورڈ کا نصاب تعلیم عمل دخل ختم کرنے کا نتیجہ کس قدر خوفناک ہوگا۔

غیر اسلامی نصاب پر چند اساتذہ نے احتجاج

کیا تو انہیں سزادی گئی یا تبادلے کر دیئے گئے

حالات حاضرہ

بھارتی حکومت کے حالیہ رویئے میں نرمی اور بھارتی وزیراعظم واجپائی کی طرف سے چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف کو اچانک دورہ بھارت کی دعوت اور مذاکرات پر آمادگی اگرچہ حیرت انگیز بھی ہے اور غیر متوقع بھی لیکن دیگر معاملات میں اپنی تمام تر خامیوں اور کوتاہیوں کے باوجود یہ ماننا پڑتا ہے کہ کشمیر کے معاملے میں ہماری حکومت کی یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ حکومت کا یہ موقف بھی درست ہے کہ مسئلہ کشمیر حل ہوئے بغیر دوسرے معاملات پر بات چیت بے معنی ہے۔ بھارتی حکومت کے رویئے میں حالیہ نرمی کا ایک سبب مقبوضہ کشمیر میں تعینات بھارتی فوج کا اپنی حکومت پر دباؤ ہوسکتا ہے کہ سالہا سال سے جاری یہ گوریلا جنگ اب مزید جاری نہیں رکھی جا سکتی۔ تاہم اس کا دوسرا سبب بھارتی کی معیشت میں تیزی ہونے والے ترقی بھی ہوسکتی ہے جس کے باعث بھارتی کاروباری حلقوں نے بھی اپنی حکومت پر پاکستان کے ساتھ تعلقات بحال کرنے کے لئے دباؤ ڈالا ہو تاکہ وہ پاکستان کی منڈی میں رسائی حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ سنٹرل ایشیائی ریاستوں تک بھی اپنا کاروباری دائرہ وسیع کر سکیں۔ بہرحال وجہ کچھ بھی ہو مسئلہ کشمیر کا حل ہونا دونوں ملکوں کے حق میں بہتر ہے اور اس کی بہترین اور دونوں ممالک کے لئے قابل قبول صورت یہی ہے کہ آزاد کشمیر' بلتستان اور گلگت کے علاقے مستقلاً پاکستان میں شامل کر دیئے جائیں جبکہ مقبوضہ کشمیر کے ہندو اکثریتی علاقے یعنی جموں اور لداخ' بھارت میں ضم کر دیئے جائیں اور وادی کی حد تک استصواب رائے کرا لیا جائے۔ اس ضمن میں اہل وادی کو تھرڈ آپشن بھی دے دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

انسداد سود کے معاملے میں لاہور ہائیکورٹ بار ایسوسی ایشن کی حالیہ کوششیں لائق ستائش ہیں۔ اس ضمن میں ہائیکورٹ بار کے زیر انتظام ایک تقریب میں جسٹس (ر) وجیہہ الدین نے انتہائی ایمان افروز خیالات کا اظہار فرمایا ہے' اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو بھی عقل سلیم عطا فرمائے!۔

یوبی ایل کی طرف سے انسداد سود کے عدالتی فیصلے کے خلاف اپیل دائر کرنے پر میں نے اپنے اداروں یعنی مرکزی انجمن خدام القرآن اور تنظیم اسلامی کے اکاؤنٹس اس بنک سے ختم کر دیئے ہیں۔ پاکستانی عوام کو بھی چاہئے کہ وہ احتجاجاً یوبی ایل کا بائیکاٹ کریں۔ اس ضمن میں خوشی کی بات یہ ہے کہ یوبی ایل کا سٹاف بھی اپنے بنک حکام کے اس اقدام پر سراپا احتجاج ہے۔ ○○

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رخ دوست
زندگی تیرے لیے اور بھی دشوار کرے

دعوت فکر

مالک کے پیغام کے ساتھ غلاموں کا طرز عمل

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے نام ایک خط ہے جس میں مالک نے اپنے غلام کو چند کام کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ لیکن غلام' مالک کے بتائے ہوئے کام سرانجام دینے کی بجائے خط کو خوش الحانی سے صرف پڑھتا رہے اور اس کے حروف وتلفظ پر ہی زور دیتا رہے اور اس کے تاکیدی احکام پر عمل نہ کرے' بتائے ہوئے کام جوں کے توں چھوڑ رکھے تو کیا اس کا آقا اس سے خوش ہوگا؟ مالک اس کو انعام دے گا یا سزا کا مستحق قرار دے گا؟ (سید افتخار احمد)

جوابی وار

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

اس ہفتہ کی اہم ترین اور انتہائی المناک خبر یہ ہے کہ نیپال کے ولی عہد شہزادہ دیپندر انے اپنے والد شاہ بریندرا اور ملکہ سمیت شاہی خاندان کے بارہ افراد کو گولیوں سے بھون ڈالا اور خود کو بھی گولی مار کر شدید زخمی کر لیا اور بعد ازاں زخموں کی تاب نہ لا کر اگلے روز ہسپتال میں دم توڑ گیا۔ نیپال کے حکومتی ترجمان نے اس بہیمانہ کارروائی کی وجہ یہ بتائی کہ ولی عہد شہزادہ ایک ۲۲ سالہ لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ اس لڑکی کے اکثر و بیشتر عزیز و اقارب بھارت میں ہیں اور اس کا خاندان بھارت میں ایک اہم سیاسی خاندان کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ اس کی خالہ بھارت کی مرکزی حکومت میں وزیر اور ماموں کانگریس کے اہم لیڈر ہیں۔ سرکاری طور پر بتایا گیا ہے کہ یکم جون کی رات کو کھانے کے دوران اس مسئلہ پر اختلافی گفتگو کے دوران جب ملکہ نے ولی عہد کی خواہش کو دوٹوک انداز میں رد کر دیا تو ولی عہد طیش میں آ گیا۔ وہ دوسرے کمرے سے مشین گن اٹھا لایا اور اندھا دھند فائرنگ کر دی جس کے نتیجہ میں یہ انتہائی المناک سانحہ پیش آ گیا۔ اگر چہ یہ درست ہے کہ عشق و محبت کا بھوت جب سر پر سوار ہو جائے تو ایسے المناک حادثے رونما ہو جایا کرتے ہیں لیکن اس ساری کہانی پر اگر سنجیدگی اور باریک بینی سے غور کیا جائے تو یہ وجہ بہت ہی کمزور اور بے سروپا معلوم ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ڈرامہ سٹیج کرنے والوں نے جلد بازی سے کام لیا ہے اور جھوٹ اپنے پاؤں جمانے میں بری طرح ناکام ہوا ہے یا پھر اندرونی اور بیرونی سازشیوں میں مناسب رابطہ نہیں تھا۔ سب سے پہلی غلطی تو یہ ہوئی کہ شہزادے کو قاتل بھی قرار دیا گیا اور زندہ رہ جانے کی صورت میں اسے بادشاہت کا تاج پہنانے کا اعلان بھی کر دیا گیا۔ یہ بھی اتفاق ہے کہ شاہ بریندرا کا بھائی جو شہزادے کی ہلاکت کے بعد نگران بادشاہ سے مکمل بادشاہ بن گیا ہے' اسی محل میں رہائش پذیر ہونے کے باوجود موقع پر موجود نہیں تھا لہٰذا ہلاکت سے بچ گیا۔ نئے بادشاہ کا اس المناک حادثے کے بارے میں بیان عجیب و غریب بھی ہے اور حکومتی ترجمان سے مختلف بھی۔ نئے بادشاہ نے کہا ہے کہ یہ حادثہ اتفاقی گولی چلنے سے پیش آ گیا ہے۔ کیا اتفاقیہ گولی چلنے سے ایک درجن سے زائد افراد ہلاک ہو سکتے ہیں؟ موقع پر موجود تمام افراد کو ختم کرنے کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ اصل قاتل یا قاتلوں کی پردہ پوشی کی جا سکے۔ نیپال کے عوام نے بھی اس فرضی کہانی کو تسلیم کرنے سے صاف انکار کر دیا ہے۔ جنازے کے جلوس میں وزیر اعظم کی کار پر پتھراؤ ہوا ہے۔ نیپالی عوام اس سفاکانہ کارروائی کا مجرم بھارت کو ٹھہرا رہے ہیں۔ کھٹمنڈو میں عوام نے اخبارات کے سٹالوں پر حملہ کر کے بھارتی اخبارات جلا دیئے ہیں۔ عوامی ردعمل دیکھتے ہوئے نیپال کی حکومت نے بھارت کے صدر اور وزیر داخلہ کو جنازے میں شرکت سے روک دیا ہے۔ کیبلو پر بھارتی چینلو دکھانے بند کر دیئے گئے ہیں۔ عوام بپھرے ہوئے ہیں اور ہنگاموں کی وجہ سے کھٹمنڈو میں کرفیو نافذ ہے۔

جب کھٹمنڈو ایئر پورٹ سے بھارتی طیارہ اغوا ہوا تھا یا اغوا ہونے کا ڈرامہ رچایا گیا تھا اور اسے امرتسر کے ہوائی

ابو الحسن

اڈے پر قابو کرنے کی بجائے افغانستان کی راہ دکھا دی گئی تو پروگرام یہ تھا کہ طالبان کے خلاف کسی بڑی کارروائی کی راہ ہموار کی جائے جسے طالبان نے انتہائی دور اندیشی اور اچھی حکمت عملی سے ناکام بنا دیا تھا۔ اس طیارے کے اغوا کے بعد بھارت نے نیپال حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ کھٹمنڈو ایئر پورٹ کی سکیورٹی بھارت کے حوالے کر دی جائے اور نیپال کی حکومت پر اپنے اس ناجائز مطالبے کی تکمیل کے لئے بہت دباؤ ڈالا تھا۔ اس وقت بھی شاہ بریندرا بھارتی عزائم کی تکمیل میں حائل ہوئے تھے اور انہوں نے ذاتی طور پر مداخلت کر کے بھارتی دباؤ مسترد کر دیا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ بھارت اپنے کسی بھی ہمسائے کی خود مختاری کو قبول نہیں کرتا۔ وہ نیپال' سری لنکا اور مالدیپ میں مختلف حیلوں بہانوں سے مداخلت کرتا رہتا ہے۔ پاکستان سے ازلی دشمنی ہے۔ بنگلہ دیش جس کا جنم بھارت کی کھلم کھلا دخل اندازی سے ہوا' اس سے بھی تعلقات اس حد تک کشیدہ ہو چکے ہیں کہ سرحدی جھڑپوں کی نوبت آ گئی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ شیخ مجیب کے خاندان کے سوا اب بنگلہ دیش میں بھارت کا کوئی دوست نہیں۔ چین اور بھارت کی دشمنی بھی عروج پر ہے۔ برما اور بھارت میں بھی تعلقات کشیدہ ہیں اور اس سلسلے میں برما پاکستان کی طرف دیکھتا ہے۔

ہماری رائے میں بھارت آج بھی چانکیہ ڈاکٹرائن پر عمل پیرا ہے یعنی ہمسائے سے برے تعلقات اور ہمسائے کے ہمسائے سے اچھے تعلقات قائم کرنا۔ یہی وجہ ہے کہ بھارت کی کبھی افغانستان سے گہری دوستی تھی اور آج ایران سے دوستی کے لئے بھارت بے قرار ہے۔

نیپالی عوام نے اپنا تاثر واضح کر دیا ہے کہ یہ مذموم حرکت خاندانی رنجش کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ بھارت کی سیاسی بالادستی قائم کرنے کے لئے کی گئی ہے۔ لیکن ہماری رائے میں یہ محض بھارت کا کیا دھرا نہیں ہے بلکہ اسے اس معاملے میں اپنے نئے نویلے دوست اور مہربان امریکہ کی تائید حاصل ہے اور ہم یہ پیشین گوئی کرنے کی جسارت کر رہے ہیں کہ اس نوعیت کا خونی کھیل برما اور پاکستان میں بھی کھیلنے کی کوشش کی جائے گی۔ بھٹو اور شاہ فیصل نے اسلامی بلاک بنانے کی کوشش کی تھی' دونوں کو راستے سے ہٹا دیا گیا۔ آج او آئی سی ایک بے ضرر' بے فائدہ اور بے معنی ادارہ بن کر رہ گیا ہے جس کے سربراہی اجلاس میں صرف مسلم اتحاد کا وعظ سننے کو مل جاتا ہے۔ اس وقت چین' پاکستان' برما' نیپال ایک ایسا علاقائی اتحاد قائم کرنے کے لئے کوشاں ہیں جو نیو ورلڈ آرڈر کی راہ میں حائل ہو سکتا ہے۔ پاکستان کے چیف ایگزیکٹو پر خودکش حملہ کی سازش پکڑی جا چکی ہے۔ نیپال کی وہ قیادت جو بھارتی حکومت کی ہاں میں ہاں ملانے سے صاف انکار کر رہی تھی اور ایک اخباری اطلاع کے مطابق چین کے وزیر اعظم کے حالیہ دورۂ نیپال میں بعض اہم معاملات پر دونوں ممالک میں اتفاق رائے ہو گیا تھا' اس قیادت کا صفایا کر دیا گیا ہے۔ ہماری رائے میں یہ علاقائی اتحاد امریکہ اور بھارت کے لئے کسی طرح حقیقی مسلم اتحاد سے کم تر اہم نہیں کیونکہ اس طرح نیو ورلڈ آرڈر میں طے شدہ منصوبہ کے مطابق بھارت علاقہ کا چودھری نہیں بن سکے گا اور چین کے گھیراؤ کے امریکی عزائم خاک میں مل جائیں گے۔

نیپال میں وقوع پذیر ہونے والے اس حادثہ سے محسوس ہوتا ہے کہ بھارتی اداکار ہرتیک روشن نے نیپال کے خلاف جو نازیبا کلمات کہے تھے اور جس پر نیپال میں شدید برہمی کا اظہار کیا گیا تھا' وہ ایک اتفاقی معاملہ نہیں تھا اور نہ ہی ایک اداکار کا ذاتی فعل تھا بلکہ بھارتی حکومت نے

نیپال کا ردعمل دیکھنے کے لئے ایک پتہ پھینکا تھا۔ پاکستان میں بھی مختلف انداز سے گڑبڑ پیدا کرنے کی کوششیں مسلسل کی جارہی ہیں۔ شیعہ سنی جھگڑے سے بات بڑھ کر اب بریلوی دیوبندی ٹکراؤ کی صورت حال پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ مولانا سلیم قادری کا قتل یقیناً اسی سمت میں ایک قدم ہے۔ سب سے زیادہ افسوس ناک اور خطرناک بات یہ ہے کہ الطاف بھائی نے مہاجر بانی کی بات کی ہے۔ ان کا یکا یک اس حد تک چلے جانا یقیناً ناقابل فہم اور تشویش ناک ہے۔ جنرل حمید گل بھی مستقبل میں طبقاتی ٹکراؤ کی نوید سنا رہے ہیں۔

قصہ مختصر پاکستان کے عوام' حکمران' علماء' دانشور اس بات کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ امریکہ کا بحیثیت سپر پاور ماضی میں یہ طرز عمل رہا ہے کہ وہ اپنے عزائم کی تکمیل کی راہ میں حائل ہونے والوں سے معاملہ کرتے وقت رحم دلی کا مظاہرہ نہیں کرتا۔ اب وہ سپریم پاور ہے۔ امریکہ کے ایک سابقہ جرنیل کے مطابق امریکہ ایک مست ہاتھی ہے اور وہ اپنے راستے میں آنے والی ہر شے کو کچل دیتا ہے۔ وہ کبھی پسند نہیں کرے گا کہ پاکستان جو ہمیشہ اس کے گھڑے کی مچھلی رہی ہے' گھڑے سے باہر کود کر تالاب کا رخ کرے۔ پاکستان کے چین سے بڑھتے ہوئے تعلقات اور چینی وزیر اعظم کی موجودگی میں امریکہ کے NDM پروگرام کو یوں سرعام رد کر دینا وہ کبھی برداشت نہیں کرے گا۔ وہ پاکستان کو دوبارہ پھانسنے کے لئے ہر قسم کا حربہ استعمال کرے گا۔ ہم ندائے خلافت کے قارئین کو یہ بتانے کے لئے کہ امریکہ اور بھارت چین' پاکستان' نیپال اور برما کے قریب آنے کو کس نگاہ سے دیکھ رہے ہیں اور کس قدر سنجیدگی کا مظاہرہ کر رہے ہیں' بعض اخباری اطلاعات کا خلاصہ پیش کرتے ہیں تاکہ اہالیان پاکستان چاہے وہ کسی بھی طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں' ہوش کے ناخن لیں اور اصلاح احوال کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیں۔ یاد رکھئے خدا ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔

جنوبی ایشیا کی سیاست پر نگاہ رکھنے والے ماہرین کا کہنا ہے کہ چین اور نیپال کے مابین تبت کا سرحدی علاقہ غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ گزشتہ کئی برس سے بھارتی خفیہ ایجنسی را اور امریکی سی آئی اے نے تبت کے اس علاقہ کو چین کے خلاف استعمال کرنے کی بھرپور کوششیں کیں۔ اس سلسلے میں نیپال کے بھارت نواز سیاسی عناصر بھی خاصے سرگرم عمل ہیں۔ حال ہی میں چین کے وزیراعظم ژوانگ زی اپنے اعلیٰ سطحی وفد کے ہمراہ کھٹمنڈو پہنچے۔ سیاسی مبصرین کا کہنا ہے کہ تبت کو چین کے خلاف بطور مورچہ استعمال کرنے کا امریکی بھارتی گٹھ جوڑ ناکام بنانے کے لئے چینی وزیراعظم نے نیپال کے بادشاہ سے بعض اہم معاملات طے کر لئے تھے اور آئندہ آنے والے برسوں میں چین' پاکستان اور نیپال کے مابین تعاون کی نئی راہیں کھلنے والی تھیں کہ شاہ بریندرا کو خاندان سمیت قتل کر دیا گیا۔

گوادر کی بندرگاہ کی توسیع اور ساحلی شاہراہ کی تعمیر چین کے سپرد ہونا امریکہ اور بھارت کے لئے نیپال کی نسبت کہیں زیادہ اہم اور تشویش ناک ہے۔ امریکی تشویش کا باعث یہ ہے کہ چین اب گوادر کے راستے خلیج فارس کے نیلے پانیوں کی طرف بڑھ سکتا ہے۔ اس منصوبے کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ کہا جا رہا ہے کہ ''چین جنوب مشرق میں سمندری رابطوں سے محروم ہے لیکن اب وہ اس منصوبے کے تحت نہ صرف اس آرزو کی تکمیل کر رہا ہے جس کا خواب دیکھتے دیکھتے افغانستان پر سوویت یونین نے قبضہ جمایا اور پھر سمندروں تک پہنچنے سے پہلے ہی منہدم ہو گیا لیکن چین نے پہلے شاہراہِ ریشم تعمیر کر کے پاکستان کے ساتھ زمینی رابطے قائم کئے اور اب گوادر کی توسیع سے وہ یورپ تک ایک نئی شاہراہ ریشم تعمیر کرنے کے لئے کوشاں ہے''۔ واشنگٹن ٹائمز نے اس منصوبے کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''گوادر کے منصوبے کی تکمیل چین کو تفویض کرنے سے پاکستان اور بھارت کے درمیان رقابت اور دشمنی کا ایک نیا باب وا ہو سکتا ہے۔ بھارت کے گرد و پیش سمندروں میں مستقبل میں چین کی موجودگی کے امکانات نظر انداز نہیں کئے جا سکتے''۔ ایک اور تجزیہ نگار کے مطابق ''بھارتی سیاست دانوں کی پریشانی کا باعث یہ بھی ہے کہ مشرق میں چین نے خلیج بنگال کو پہلے ہی اپنی توجہ کا مرکز بنا رکھا ہے' جنوب مشرقی سمندر میں چین نے اپنے سمندری حقوق کی جنگ امریکہ سے جاری رکھی ہے اور وہ امریکی جاسوس طیاروں کی سرگرمیوں کا نہ صرف کڑا نقاد ہے بلکہ امریکہ کو اس قسم کی منفی کارروائیوں سے باز آ جانے کی تلقین بھی کرتا ہے۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے چین نے بحرالکاہل کے ان عناصر سے روابط پیدا کر لئے ہیں جو انڈونیشیا سے علیحدگی کے خواہاں ہیں۔ چنانچہ بھارت جو خدشات محسوس کر رہا ہے وہ حقیقت سے بعید نہیں''۔ لیکن یہ بھی واضح ہے کہ یہ خدشات اس کی اپنی توسیع پسندی اور علاقے میں بالادستی حاصل کرنے کی کوششوں کا ردعمل ہیں۔ گوادر کی توسیع سے بھارت کے علاوہ امریکہ اور آسٹریلیا کو تشویش ہے جو دوسری جنگ عظیم کے بعد اس خطے کے سمندروں پر حکمرانی کر رہے تھے۔ ایک اور تجزیہ میں کہا گیا ہے کہ ''گوادر میگا پراجیکٹ'' کی وجہ سے امریکہ اور بھارت کو ایسا دور افتادہ اور پسماندہ علاقہ جسے پاکستان کے نقشہ پر پہلے کوئی اہمیت حاصل نہیں تھی' اب انہیں ایک ایسی بندرگاہ کی صورت میں نظر آنے لگا ہے جہاں ہر قسم کی جہاز رانی ہو سکے گی۔ اس چھوٹی سی بندرگاہ کو گہرے سمندر کی بندرگاہ میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ اس کے زمینی رابطے جنوب مشرق میں کراچی کے ساتھ اور شمال مغرب میں ترکمانستان کے دارالحکومت اشک آباد کے ساتھ قائم ہوں گے۔ اس بندرگاہ کی بحری لکیریں خلیج عمان کے راستے ایران کی سرحد سے جا ملتی ہیں جو صرف ۵۰ میل کے فاصلے پر ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا سپریم پاور امریکہ اپنے جنگی اور تجارتی مفادات کے خلاف یہ سب کچھ برداشت کرے گا؟ وہ بھارت جو نیپال چین تعلقات برداشت نہیں کر سکا' پاکستان کے ذریعے چین کو اپنا بحری محاصرہ کرنے کی اجازت آسانی سے ہی دے دے گا؟ امریکہ اور بھارت ہرگز یہ برداشت نہیں کریں گے۔ چین کے خلاف کوئی موثر کارروائی کرنا بہت مشکل ہے لہٰذا نیپال کے بعد پاکستان کو ٹارگٹ بنایا جائے گا اور پاکستان اس دباؤ کو اس وقت تک برداشت نہیں کر سکتا جب تک اسے سیاسی خصوصاً معاشی استحکام حاصل نہیں ہوتا۔ اپنی بنیادی ضروریات کے لئے دوسروں کا محتاج ہونے والی قوم اپنے مفادات کا تحفظ نہیں کر سکتی۔ ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف ہمیں کبھی معاشی استحکام حاصل نہیں کرنے دیں گے۔ سودی معیشت سے نجات حاصل کرنا اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا ہمارے معاشی مسائل کا واحد حل ہے۔ اہل پاکستان کو یاد رکھنا چاہئے کہ جب امریکہ ہمارا دوست تھا تب اس نے مشرقی پاکستان کو الگ کرنے کی سازش کی تھی جس کا اعتراف ہنری کسنجر کر چکا ہے' اب وہ ہمارا دشمن ہے لہٰذا ہم اس سے رحم دلی کی توقع نہ رکھیں۔ ہمیں اپنی سیاسی اور اقتصادی جنگ خود لڑنی ہوگی۔ چین بھی خود کو خطرے میں ڈال کر ہماری مدد کو نہیں آئے گا' ہاں البتہ اگر ہم اپنی جنگ خلوص سے اور دلیری سے لڑ رہے ہوں گے تو ہمیں دوستوں سے مدد ضرور حاصل ہوگی۔ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔ ہمیں دشمن کے خلاف سیاسی' معاشی اور سماجی سطح پر بھی جنگ کرنا ہوگی۔ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے۔ اپنے نظریہ کو ترک کر کے ہم کبھی جنگ نہیں جیت سکتے۔ دشمن سے جنگ جیتنے کے لئے ہمیں نظریہ پاکستان کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنانا ہوگا۔

گزشتہ ہفتہ کے کالم ''مشتری ہوشیار باش'' میں ہم نے اپنی کم علمی کی بنیاد پر یہ لکھ دیا تھا کہ کشمیر کی قسمت کا فیصلہ سندھ طاس معاہدے پر اثر انداز ہوگا۔ امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے اس غلطی کا نوٹس لیا اور بھارت کے نقشہ کو سامنے رکھ کر واضح کیا کہ کشمیر کا الحاق اگر پاکستان کے ساتھ ہو بھی جاتا ہے تو سندھ طاس معاہدہ قطعی طور پر متاثر نہیں ہوگا کیونکہ پاکستان میں داخل ہونے والے اکثر دریاؤں کا منبع کشمیر میں نہیں ہے۔ ہم لاعلمی کی بنیاد پر ہونے والی اس غلطی پر قارئین سے معذرت خواہ ہیں۔

انٹرنیشنل خلافت کانفرنس

کی ویڈیو سی ڈی (VCD) تیار ہوگئی ہے

ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن

36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور' فون: 5869501-03

انقلاب اور نظریاتی وابستگی لازم وملزوم ہیں

آج یعنی ماہ رواں کی چھ تاریخ کو ''ندائے خلافت'' کے مؤسس وبانی جناب اقتدار احمد مرحوم کو ہم سے جدا ہوئے پورے چھ برس ہوگئے ہیں۔ مرحوم کی صحافیانہ خدمات اور غیر معمولی صلاحیتوں کا اعتراف تو سب کرتے ہی ہیں' غلبہ واقامت دین کی تحریک کی فکری اساسات کو مستحکم کرنے میں بھی انہوں نے بھرپور کردار ادا کیا۔ مرحوم کی ایک ایسی ہی تحریر کا اقتباس ذیل میں ھدیہ قارئین کیا جارہا ہے جو نہ صرف یہ کہ راہ حق کے مسافروں کے لئے فکری زادراہ فراہم کرتی ہے بلکہ اس تحریکی کام کے ساتھ ان کی فکری ونظری وابستگی کی آئینہ دار بھی ہے۔ (ادارہ)

اقتدار احمد (مرحوم)

مادہ پرستی کے اس دور پرفتن میں مادیت کا دجال ہمارے دماغ کی دنیا اور سوچ پر ہی حکمران نہیں' دل کی پہنائیوں میں بھی امنگوں اور آرزوؤں کی شکل میں گھر کر گیا ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کا وہی معجزوں کی بارش برساتا اور دنیاوی آسائشوں کی چکاچوند سے نگاہوں کو خیرہ کرنے والا کانا دجال' جس کی پیشانی پر اسباب ووسائل پر تکیہ کرنے سے عبارت صرف ایک آنکھ ہے کیونکہ روح کا خانہ تو خالی ہو چکا جو مسبب الاسباب اللہ کے رہنے کی جگہ ہے۔ کیا آج ہم میں سے کسی کو یہ دماغ ہے' اتنی فرصت میسر ہے کہ تنہائی کا موقع نکالے اور اپنے من میں ڈوب کر اس بات کا سراغ پانے کی کوشش کرے کہ خالق کون ومکاں نے مجھے عمر کی مہلت دے کر اس دنیائے فانی میں کیوں بھیجا۔ چار دن کی جو عمر دراز میں مانگ کر لایا ہوں' اس کے دو دن آرزو میں اور دو دن انتظار میں ہی گزر جائیں گے یا اگلی منزل کے لئے زادراہ بہم پہنچانا بھی میرا درد سر ہے اور انہی چار دنوں میں اس کا بھی کچھ انتظام کرنا ہے۔

افراد ہی ''جی کے اس جنجال'' سے آزاد نہیں' ہماری اجتماعیت۔۔۔۔ جماعتیں' گروہ اور ادارے۔۔۔۔ بھی بے مقصدی کے مزے لوٹ رہے ہیں اور کیوں نہ ہو جب من حیث القوم ہم کھلنڈرانہ بے نیازی کا رویہ اپنا چکے تو دور کی بات سوچنے کی زحمت کیوں کی جائے۔ ہمارے رہنماؤں' دانشوروں' سیاسی لیڈروں اور صحافیوں میں سے جو اٹھتا ہے' نظریہ کی گردان اس کی نوک زبان اور موئے قلم پر ہوتی ہے اور نظریہ پاکستان تو ہمارا تکیہ کلام ہے۔ ملک خداداد کا ایک نظریاتی ریاست ہونا بھی گویا ایک امر مسلمہ ہے لیکن نظریہ ہے کس چڑیا کا نام' ہم یہ کیا جانیں۔ عملاً ہمارا کسی نظریہ سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ ہم سے زیادہ غیر نظریاتی لوگوں کے ہجوم بھی دنیا میں ضرور موجود ہیں' بے غل وغش موج اڑاتے ہیں لیکن وہ کسی نظریہ کا ڈھول بھی تو نہیں پیٹتے۔ آج چاروں طرف نظریں گھما کر دیکھئے' کیا کہیں نظریہ پاکستان کی شرح بھی کی جاتی ہے' کسی مجلس میں اس بات پر بھی غور ہوتا ہے کہ اسلام کے جن اعلیٰ وارفع نظریات سے وابستگی کا دم ہم بھرتے ہیں' وہ کیا ہیں اور ان کے کچھ تقاضے بھی ہیں کہ نہیں۔

دستور زمانہ تو یہی ہے کہ نظریات کو زبانی جمع خرچ کے لئے چھوڑ کر مطلب کی بات کی جائے اور ہماری بزعم خویش نظریاتی جماعتوں نے بھی اپنے کارکنوں کی نظریاتی تعلیم و تربیت کو سیاسی مہمات کی بھینٹ چڑھا دیا ـــــــ لیکن کسی بھی انقلابی تحریک کے لئے اس کا نظریہ ہی اس کا سرمایہ اور اصل پونجی ہے جو دوسرے جھمیلوں میں پڑ کر اگر گم کر دی جائے تو تحریک انقلابی نہیں رہتی' روح انقلاب پر ایک الزام بن جاتی ہے اور آخر کار کسی عصبیت جاہلیہ کا شکار ہو کر ایک نئے فرقے کے انڈے بچے چھوڑ مرتی ہے۔ دوسروں سے ہمیں کیا غرض' عالم اسلام میں اٹھنے والی اکثر تحریکیں اسی انجام سے دوچار ہوئیں اور ہم عصر اسلامی تحریکوں کے مقدر میں بھی یہی لکھا معلوم ہوتا ہے۔ تاہم یہ غارت گر بلا آسمان سے نازل نہیں ہوا کرتی' جب نظریات کا شعور مدھم پڑنے لگے تو دبے پاؤں آ کر کارکنوں بلکہ قیادت کو بھی دبوچ لیتی ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد کی تنظیم اسلامی اپنی مخصوص ہیئت تنظیمی اور انقلابی دعوت کے باعث بہت سے مہربانوں کے دلوں میں کھٹکتی تو بہت ہے لیکن خود ڈاکٹر صاحب اور ان کے رفقا اپنی جماعت کی عددی قوت کے بارے میں کسی زعم کی ابتلا میں نہیں پڑے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر بھی بجالاتے ہیں۔ کیا یہ بات عجیب سی اور نئی نئی سی نہیں لگتی کہ تنظیم اسلامی اپنے امیر کی دعوت کو کسی بھی درجے میں پذیرائی دینے والوں کی اپنی جماعت میں ''جوق در جوق'' شمولیت کی خواہاں نہیں۔ انہیں سرپرست' رکن' ہمدرد' متفق اور کارکن کے خانوں میں بانٹ کر زیادہ سے زیادہ رعائتیں دیتے ہوئے ساتھ رکھنے کی بجائے وہ اپنے وابستگان بلکہ ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ پر بیعت سمع وطاعت تک کر لینے والوں کو بھی تعلیم وتربیت کی چھلنی سے گزارتی ہے۔ دراصل لوگوں کے ہجوم کو گھیر گھار کر کوئی سیاسی فائدہ اٹھانا مقصود ہی نہیں' پروگرام تو احیائے اسلام اور غلبۂ دین کے لئے ایک انقلابی جماعت کی داغ بیل ڈالنے کا ہے جس کے نقوش نسل انسانی کے عظیم ترین اور منفرد ومثالی انقلاب کے قائد' محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھی تاریخ کے اوراق پر ثبت کر گئے ہیں۔ اللہ کے رسولؐ نے دور مکی کے دس برس میں ایک سو سے کم کم انقلابی تیار کئے لیکن نظریئے سے وابستگی اور فکر کی پختگی میں ایک سے بڑھ کر ایک۔ یہی گنے چنے افراد اسلامی انقلاب کی وہ مضبوط بنیاد بنے جس پر اگلے تیرہ برسوں میں غلبہ واظہار دین حق کی رفیع الشان اور عدیم المثال عمارت کھڑی ہوگئی۔

●●●●●●●●●●

ام القریٰ

حجاز مقدس : اللہ کی شانِ رحمت کا مظہر

''اللہ تعالیٰ جو بدیع السموٰت والارض ہے' جو بیدہ الملک وھو علی کل شئی قدیر کی شان والا ہے' جس کی وحدانیت اور صمدیت کا علم عرش وفرش پر پڑ رہا ہے' کشمیر کی گل بداماں وادیاں' شام کے سرسبز وشاداب کہسار' یورپ کے لالہ زار اور مرغزار جس کے اپنے بنائے ہوئے ہیں اس نے اپنے گھر کی تعمیر کے لئے جس خطہ کو پسند فرمایا وہ حجاز کی وادی غیر ذی زرع تھی۔ اجاڑ' سنسان' جہاں نہ پانی تھا نہ آبادی تھی' جہاں ایک ایسا سلسلہ کوہ تھا جس کی سیاہی مائل پہاڑیاں روئیدگی کی قوت سے یکسر محروم تھیں' درختوں اور جھاڑیوں کا تو کیا ذکر وہاں معمولی گھاس کا تنکا بھی اگا ہوا نظر نہ آتا تھا' جس کی سخت پتھریلی چٹانوں سے پانی کا کوئی چشمہ نہیں ابلتا تھا' اس وادی کے اردگرد سینکڑوں میل تک لق و دق صحرا اور ریگستان پھیلے ہوئے تھے۔ ایسے خطے کو اپنے گھر کے لئے منتخب فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنی اس عظیم الشان نختص برحمته من یشاء کا اظہار فرمایا یعنی وہ جس کو چاہتا ہے اپنی خصوصی رحمتوں سے سرفراز فرما دیتا ہے۔

(ضیاء النبی' جلد اول' صفحہ ۳۶۹' ۳۷۰)

کرکٹ' پہلے عادت پھر عبادت بن گئی

رعنا ہاشم خان

بھارت کے وزیر اعظم شری اٹل بہاری واجپائی' جن کی بغل میں چھری اور منہ میں رام رام رہتا ہے' نے پاکستان کے چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف کو بھارت کے دورہ کی جو دعوت دی ہے اس کو اہل وطن کی اکثریت نے پاکستان اور بھارت کے درمیان کرکٹ کے تعلقات میں ڈیڈ لاک ختم ہونے کے روشن امکانات کے پیشِ نظر ہاتھوں ہاتھ لیا ہے۔

پاکستانی ذرائع کے مطابق اکتوبر میں ہونے والے نویں سیف گیمز میں چیف ایگزیکٹو نے واجپائی کو مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے بلانے کا پروگرام بنایا تھا تاکہ ہندوستان سے درآمد شدہ ہندوازم کا وہ بچشمِ خود مشاہدہ کرلیں اور ہماری عظیم لیڈر شپ چشمِ فلک کو یہ منظر دکھائے کہ مسلمان خواتین کی اچھل کود کس کس طرح ہندوؤں کو محظوظ کرتی ہے۔ نہ جانے کب' کیسے اور کہاں یہ اہم راز ہمارے لیڈرانِ کرام کے ہاتھوں سے نکل کر ان کے ہاتھوں کے تمام طوطے اڑاتا ہوا واجپائی تک جا پہنچا اور ہندو ذہنیت نے اپنی بالا دستی قائم رکھنے کے لئے کھٹ سے مذاکرات کی دعوت دے ڈالی اور یوں چیف ایگزیکٹو جنہوں نے برسرِ اقتدار آنے کے بعد جو کام انتہائی رغبت سے کیا ہے وہ ان کے اپنی اہلیہ کے ہمراہ غیر ممالک کے دورے ہیں' اب آئندہ چند ہفتوں میں بھارت کی سرزمین کو رونق بخشنے کے لئے بھی روانہ ہو جائیں گے۔

بھارتی وزیر اعظم نے اپنے دعوت نامے میں دونوں ممالک کے عوام کی غربت کا خصوصی طور پر ذکر کیا ہے۔ غالبًا دونوں سربراہان متفق ہونگے کہ ان بھوکے غریب عوام کا پیٹ بھرنے کے منصوبوں پر غور کرنے کیلئے کرکٹ کھیلی جائے' سیف گیمز کو انجوائے کیا جائے اور بھارتی اور پاکستانی طائفے اپنے فن کا مظاہرہ کریں۔ اسکے بعد اگر وقت بچا تو کچھ حل بھی سوچ ہی لیں گے۔ رہ گیا کشمیر تو کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ کشمیری عوام سے تو پوچھ لو کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟

آج کی دنیا مہذب دنیا کہلاتی ہے حالانکہ حقیقتًا تہذیب کے معاملے میں ہم ابھی تک پتھر کے زمانے میں بھٹک رہے ہیں۔ ہماری موجودہ تہذیب یافتہ لیڈر شپ نے جو نئی سوچ پاکستانی خواتین کو دی ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ پاکستان میں ہر شعبۂ زندگی میں مرد حاوی ہیں اس لئے خواتین استحصال کا شکار ہیں۔ لہٰذا یہ استحصال شدہ خواتین اب پوری گھن گرج کے ساتھ ہر شعبۂ زندگی میں بڑھتی چلی آ رہی ہیں اور اس میں کرکٹ بھی شامل ہے۔ سوئے اتفاق کہ اسی سال ۹ اپریل کو کراچی کے نیشنل اسٹیڈیم میں پاکستان نے ومن کرکٹ میں انٹرنیشنل فتح بھی حاصل کی ہے غالبًا ایک وکٹ سے۔ اسی لئے آج کل خواتین کی محفلوں میں 'ومن آف دی میچ' ساجدہ شاہ کے بڑے چرچے ہیں۔ ماضی میں بھی پاکستان کے چند مخصوص طبقات کی خواتین کے عمران خان بڑے ہردلعزیز ہیرو رہ چکے ہیں اب یہ اور بات ہے کہ اس ہیرو نے ان خواتین کو کچھ اس طرح زیر و کیا کہ اپنے گھر میں یہودی کی بیٹی کو لا بسایا۔ آج ہماری خواتین کی نجی محفلوں میں وقار یونس کی شاندار ہیٹرک' سلیم الٰہی کی سنچری اور ساجدہ شاہ کی لی گئی وکٹیں' بریڈمین کی موت' شازیہ خان' شرمین خان اور کرن بلوچ کے ایم۔ سی۔ سی کے ساتھ کنٹریکٹ پر چونکہ گھنٹوں سیر حاصل تبصرہ کیا جاتا ہے اسی لئے آج ہمارے بچوں کی اکثریت عبدالرزاق' وقار یونس اور وسیم اکرم سے تو بخوبی واقف ہے لیکن محمد بن قاسمؒ طارق بن زیادؒ اور خالد بن ولیدؓ سے قطعی ناواقف ہے۔ لیکن ان ماؤں کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ آج وہ اپنے بچوں کو جیسی تربیت دیں گی کل وہ اسی کے تحت صحیح اور غلط سمت کا تعین کریں گے۔ ہمیں ماڈرن یا اسٹائلش بننے کے لئے کرکٹ دیکھنے یا کھیلنے کی نہیں بلکہ اپنے آفاقی دین کی ماڈرن تعلیمات کی طرف لوٹنے کی ضرورت ہے۔

اب ایک تازہ خبر سنئے۔ امریکہ میں آباد پاکستانی جو لائف اسٹائل کے نام پر بے سروپا مشغلوں میں مصروف رہنا اور دوسروں کو بھی اس کی راہ دکھانا نہایت ضروری خیال کرتے ہیں ان کی کئی سال سے یہ کوشش اور خواہش تھی کہ امریکہ میں کرکٹ اسٹیڈیم بنایا جائے اور کھیل منعقد کرائے جائیں۔ اس سال اس خواہش کے رکھنے والے تمام پاکستانیوں اور بھارتیوں کی مبارک گھڑی آن پہنچی ہے اور جولائی میں نارتھ امریکہ کی تاریخ میں پہلی بار تین روزہ زی انٹرنیشنل ڈبل وکٹ کرکٹ چمپئن شپ' جس میں چھ ملکوں کے سولہ سپر اسٹارز شامل ہیں' نیویارک میں منعقد ہو رہی ہے اور یوں امریکہ جہاں پہلے ہی باسکٹ بال کا نشہ سر چڑھ کر بولتا ہے اس کو کرکٹ مزید دو آتشہ کردے گا۔ جولائی میں یہاں ہونے والے ان میچز میں جس طرح پاکستانی جیالے اور جیالیاں شرکت کریں گے اس پر یقینًا کسی تبصرے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بس اتنا جان لیجئے کہ کرکٹ کے یہ شائقین جو اب تک سیٹلائٹ کے ذریعے دل کے ارمان پورے کرتے تھے اب بہ نفسِ نفیس اسٹیڈیم میں بیٹھ کر اپنا قیمتی وقت ضائع کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔ لغو قسم کی مشغولیات میں پڑ کر انسان ضمیر کی خداداد صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے اور پھر اس پر قرآنِ مجید فرقانِ حمید کا یہ قول صادق آنے لگتا ہے۔ ﴿صُمٌّ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ﴾ اس پر مستزاد یہ کہ وطن میں موجود اور وطن سے دور اہلِ وطن نے ان بے کار مشغلوں کا نام مصروفیت رکھ چھوڑا ہے۔ اب یہ اور بات ہے کہ ان مصروف افراد کے پاس ذاتی اور مالی منفعت کے لئے وقت اور فرصت ہمیشہ موجود رہتے ہیں لیکن اگر ان افراد سے کسی معاشرتی بھلائی کی امید رکھنا یا کسی دینی کام میں مدد چاہنا ہو تو یہ ان مصروفیات کا رونا رو کر فورًا کنی کترا جاتے ہیں۔ حالانکہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

> ''تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس سے بھلائی کی امید کی جائے اور جسکی برائی سے لوگ امن میں ہوں اور تم میں سب سے برا وہ ہے جس سے اچھائی کی امید نہ کی جائے اور جس کی برائی سے کوئی امن میں نہ ہو''۔ (ترمذی)

اس حدیثِ رسول ﷺ کی روشنی میں اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچئے کہ اگر ہم اپنا تن من دھن کرکٹ اور اس کے کھلاڑیوں پر وارنا چھوڑ دیں تو نہ صرف آج کے یہ نام نہاد سپر اسٹارز اپنی اصلیت کو واپس لوٹ سکتے ہیں بلکہ ہم خود بھی معاشرے سے برائی کو مٹا کر اچھائی کے پھیلاؤ میں ایک مثبت کردار ادا کرسکتے ہیں۔

Viewpoint (from page:14)

sometime in the middle of this century there may not be a State of Pakistan. As a Caretaker Prime Minister, Malik Meraj Khalid, referring to a UN report which stated that Pakistan would break into pieces in two decades, said that Pakistan does no longer exists ideologically. The lesson for us is: the more we directly or indirectly target Islam, the more we go against our ideology - the only recipe for our survival.

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کی تالیف

ایجاد و ابداعِ عالم سے عالمی نظامِ خلافت تک

تنزل اور ارتقاء کے مراحل

ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

عقل و دانش سے عاری دانشور
یا بے توفیق فقیہان مغرب

نعیم اختر عدنان

ٹی وی سکرین پر اور اخباری صفحات میں عقل و دانش سے عاری دانشور اپنی دانشوری کے جوہر نمایاں کرتے رہتے ہیں۔ یار لوگ اس دانشوری سے خاصے متاثر بلکہ مرعوب ہو جاتے ہیں۔ ان دانشوروں میں مرد حضرات کے ساتھ ساتھ خواتین بھی اپنی بساط سے کچھ زیادہ ہی سرگرم عمل نظر آتی ہیں۔ چنانچہ اس صف میں حنا جیلانی' عاصمہ جہانگیر اور کشور ناہید کے اسم ہائے گرامی کافی اہمیت رکھتے ہیں۔ زیرنظر تحریر میں ہم محترم کشور ناہید کی ''نسوانی دانش'' کو اس امید کے ساتھ قارئین کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں کہ ع

''گر قبول افتد زہے عز و شرف''

روزنامہ جنگ میں موصوفہ گاہے بگاہے قوم کو اپنی دانشوری سے فیض یاب کرتی رہتی ہیں۔ ۱۹ مئی کے روزنامہ جنگ میں ''سیاسی جماعتوں کے لئے سوچنے کا لمحہ'' کے زیر عنوان محترمہ اپنے خیالات کو الفاظ کا عملی جامہ یوں پہناتی ہیں ''اگر ہم پوری قوم کو آگاہ کریں' ان میں شعور پیدا کریں کہ ۷۳ء کے آئین میں جتنی ترامیم کی گئی ہیں وہ ختم کر دی جائیں.... جب پوری قوم کو آگاہ کیا جائے کہ جمعہ کی چھٹی سے لے کر امتناع شراب' عورت کے قتل ہونے کے عوض آدھی اور مرد کے مارے جانے پر پوری رقم بطور قصاص دی جا سکتی ہے' جب ساری قوم آئینی ترامیم کے نام پر ان بدعتوں کی کثافتوں سے آگاہ ہو گی تو بیک زبان کہے گی :ہمیں ۷۳ء کا آئین چاہئے''۔

قارئین! آپ نے محترمہ کشور ناہید کے خیالات عالیہ پڑھ لئے ہیں... محترمہ کی یہ خواہش تو نہ بری ہے اور نہ ہی اسے بری قرار دیا جا سکتا ہے۔ علم جدیدہ سے بہرہ مند اور دین کی اقدار سے بے بہرہ بلکہ بیزار دانشور طبقے کا یہ ایک مشترکہ روگ ہے جس کا علاج ''ساقی'' کے پاس ہی ہو سکتا ہے۔ ایسے دانشوروں کو ہم جیسے درویش تو ''پرہیز'' ہی کا نسخہ بتا سکتے ہیں۔ اس ''نسخہ پرہیز'' کا طریق استعمال یہ ہے کہ ایسے مذہب بیزار دانشور کسی ایسے ملک میں جا بسیں جہاں انہیں ہر طرح کی آزادی حاصل ہو۔ مگر وہاں ''پرابلم'' یہ صرف ہوتی ہے کہ وہاں کی آزاد فضا میں ان نام نہاد دانشوروں سے کوئی بھی نہیں پوچھتا کہ محترم! آپ کا اسم گرامی کیا ہے؟ آپ کے نامۂ حیات میں کون سا ایسا کارنامہ ہے جس سے قوم و ملک کو کوئی فائدہ پہنچا ہے؟ اسی لئے تو یہ بے چارے اہل فکر ہمارے اعصاب پر سوار ہونے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ کوئی محترمہ کشور ناہید سے یہ پوچھے کہ جس ۷۳ء کے آئین کی بحالی کی آپ خواہش مند ہیں' وہی آئین ملک کا نام ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' قرار دیتا ہے' اس آئین کے اندر ملک کی اکثریتی آبادی کے مذہب' تہذیب و تمدن اور نظریہ حیات کے فروغ اور تحفظ کی وضاحت موجود ہے۔ محترمہ کو جمعہ کی چھٹی پر بھی اعتراض ہے جواب اپنا وجود نہیں رکھتی۔ محترمہ کو شراب کی بندش پر بھی اعتراض ہے' حالانکہ جس سوسائٹی میں محترمہ صبح شام قدم رنجہ رہتی ہیں وہاں یہ اپنے چاہنے والوں کی خدمت کے لئے ہمہ وقت موجود رہتی ہے۔ مگر موصوفہ چونکہ خود کو دانشور ہی نہیں بلکہ لیڈر بھی سمجھتی ہیں لہٰذا انہیں اپنا نہیں بلکہ عوام الناس کی عظیم اکثریت کا غم کھائے جا رہا ہے جنہیں اگر آٹا دال میسر نہیں تو کم از کم شراب تو با آسانی ملنی چاہئے!

محترمہ کو عورت کی اس حیثیت پر اعتراض ہے جو خود اس کے خالق نے ہر قسم کی ترامیم سے مبرا آئین میں عطا کی ہے۔ ''دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے' دو بیٹیوں کی وراثت ایک بیٹے کے مساوی ہے' قتل کی صورت میں عورت کی دیت مرد سے نصف ہے۔'' اسی طرح کے تمام قوانین کا خالق تو خود مالک انسانیت اور خالق نسوانیت ہے۔۔۔ محترمہ کو اس خدائی ضابطہ حیات پر اعتراض ہے مگر وہ ۷۳ء کے آئین کی بڑی دلدادہ ہیں اس لئے ان کے طرز زندگی اور عقل و دانش کی رسائی بس یہیں تک محدود ہے۔ محترمہ کی دانش کا حدود اربعہ عقل و دانش کی باتوں سے قطعاً میل نہیں کھاتا۔ علامہ اقبال کے زمانے میں تو ''عورت'' صرف مرد کے اعصاب پر ہی سوار تھی مگر مشرف حکومت کی برکت سے عورتوں کی ''رفتار کار'' میں خاطر خواہ اضافے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اب تو خواتین دانشوروں کو عقل و دانش سے محروم ہرزہ سرائی بند کر کے عملاً کچھ کر کے بھی دکھانا چاہئے۔

نبوت و رسالت کا دروازہ تو اللہ تعالیٰ نے خود عورتوں کے لئے بند رکھا جو ختم نبوت کے بعد اب مردوں کے لئے بھی بند ہے۔ مگر صدر' وزیر اعظم' گورنر' آرمی چیف' چیف جج جیسے عہدے اور منصب تو موجود ہیں مگر امریکہ جیسے ملک میں آج تک کوئی عورت صدارت کے منصب پر فائز نہیں ہو سکی' کسی عورت کو پینٹاگان کا سربراہ نہیں بنایا گیا۔ کوئی عورت فرانس کی صدر نہیں بن سکی۔ آخر کیوں؟ ہمارے عقل سے پیدل دانشور اور مذہب کی دشمن خواتین ہمیں اس ''ظلم اور ناانصافی'' سے کبھی آگاہ فرمائیں گی؟ ہمیں امید ہے کہ یہ دن کبھی طلوع نہیں ہو گا۔

ایسی ہی عقل و خرد کے حامل لوگوں کے بارے میں علامہ اقبال نے فرمار کھا ہے۔ جو ذرا سی لفظی ترمیم کے بعد آج کچھ یوں ہو گا

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان ''مغرب'' بے توفیق

۷۳ء کے آئین کو اپنی اصلی شکل میں دیکھنے والے دانشور قرآن جیسے الہامی قانون میں من مانی ترامیم کرنے کا خدائی اختیار چاہتے ہیں' یہ لوگ خدا اور رسولؐ کے احکامات کو ''بدعات'' اور ''کثافتوں'' کے معنی پہناتے ہیں۔ ایسے ایمان سے محروم دانشوروں اور حیا کے زیور سے عاری دانشورات سے تو شاید شیطان لعین بھی پناہ مانگتا ہو گا کہ عصر حاضر کے دانشور تو مجھ ''عزرائیل'' کو بھی مات کر رہے ہیں۔ یہی کثیف لوگ ''کثافت'' کو ''ثقافت'' اور طوائفوں کو ''طائفے'' قرار دے کر اپنا نام و نسب بدلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ قارئین! ایسے لوگ شاید اپنا نام تو تبدیل نہ کر سکیں کہ یہ ان کی مجبوری ہے مگر نسب ضرور تبدیل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ویسے نام و نسبت میں رکھا بھی کیا ہے' ایسے فرسودہ خیالات دانش حاضر کی پہنچ سے بالکل باہر ہیں۔ اسی لئے مولانا ظفر علی خان نے مغرب کی اس بے خدا تہذیب کو یوں مخاطب فرمایا ؎

تہذیب نو کے منہ پر وہ تھپڑ رسید کر
جو اس حرام زادی کا حلیہ بگاڑ دے

تہذیب حاضر کی ''شریف زادیوں'' کو راہ راست پر لانے کا کٹھن فریضہ اقبال کا مرد مومن ہی ادا کر سکتا ہے!

طالبان کا مرد مجاہد ملا عمر ہی شاید وہ مرد مومن ہے جس کی علامہ اقبال کو تلاش تھی۔ علامہ نے اس مرد مومن کی یوں نشاندہی کی تھی ؎

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
مرد کوہستانی یا بندۂ صحرائی

پورا عالم کفر اور اس کا نمک خوار (دان شور) طبقہ اسی لئے تو ملا عمر کے اسلامی افغانستان کو تسلیم کرنے سے انکاری ہے۔ مگر افغانیوں کی غیرت دیں عالم کفر کے آگے آہنی دیوار بن کر کھڑی ہوئی ہے!

''فاعتبروا یا اولی الابصار''

سفر نامہ افغانستان (4)

تنظیم اسلامی کے وفد کے حالیہ دورۂ افغانستان کی لمحہ بہ لمحہ روداد

ساڑھے چار بجے قائم مقام وزیراعظم ملا عبدالکبیر صاحب کے ساتھ ملاقات تھی۔ چونکہ صدارتی محل دو منٹ کے فاصلے پر ہے لہذا سہولت تھی۔ پانچ منٹ پہلے ہوٹل کے دروازے پر دو مرسڈیز گاڑیاں اور ایک وین آ گئی جس میں تمام ساتھی بیٹھ گئے۔ افغانی صاحب کی قیادت میں سامنے سڑک کے بائیں طرف مڑ گئے۔ چیڑ کے درختوں کے جھنڈ میں پتھر کی سلوں سے بنا ہوا ظاہر شاہ کے زمانے کا محل ہے۔ مرکزی دروازے پر ٹریفک پولیس کے سمارٹ نوجوان کھڑے ہیں۔ ہمارا وفد جب اندر داخل ہو رہا تھا تو چین کا اعلیٰ سطحی وفد باہر آ رہا تھا کیونکہ گارڈ آف آنر پیش کر کے ایک دستہ محل کی دوسری طرف جا رہا تھا۔ بہرحال گاڑیاں اندرونی دروازے سے گزر کر محل میں داخل ہونے کے مقام پر رکیں۔ افغانی صاحب نے اتر کر ہمیں سیڑھیاں کی طرف راہنمائی کی۔ دروازے پر ایک خوش شکل جوان نے استقبال کیا۔ افغانی صاحب نے بتایا کہ آگے یہ ہماری راہنمائی کریں گے۔ محل کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے احساس ہوا کہ کس قدر مال و دولت اس کی خوبصورتی پر صرف ہوا ہے۔ اور یہی آسانیاں اور چمک دمک دین اور فکر آخرت سے غافل کر دیتی ہیں۔ بہرحال ایک بڑے ہال میں پہنچے۔ چاروں طرف صوفے لگے ہوئے تھے اور ہر مہمان کے آگے چھوٹی ٹیبل پر پہلے سے خشک میوہ جات اور بسکٹ رکھے ہوئے تھے۔

ہمیں بیٹھے ہوئے چند منٹ ہوئے تھے کہ ملحقہ دروازے سے ملا عبدالکبیر صاحب اور ان کے معاون اندر داخل ہوئے۔ امیر محترم سے بغلگیر ہونے کے بعد تمام وفد سے فرداً فرداً گلے ملے اور مصافحہ کیا۔ سب سے پہلے افغانی صاحب نے حافظ عاکف سعید صاحب کو دعوت دی کہ وہ تلاوت قرآن پاک فرمائیں۔ انہوں نے سورۃ الحدید کی وہ آیات خوش الحانی سے تلاوت کیں جن میں مصیبتوں پر صبر کرنے اور نعمتوں کے حصول پر تکبر نہ کرنے کی طرف رہنمائی دی گئی ہے۔ ملا ربانی کی وفات پر آیات قرآنی کے ذریعے صبر کی تلقین کی جا رہی تھی۔ ماحول پر اللہ کی آیات کا اثر اپنی انتہا پر تھا۔ ملا عبدالکبیر صاحب ۳۵ سال کے ہیں۔ درمیانہ رنگ، چہرے پر سنجیدگی اور للّٰہیت کے آثار! یہ وہی ہیں جنہیں ہم برسوں قبرستان کی سخت زمین پر، کل مسجد خرقہ میں تلاوت سنتے ہوئے اور آج شاہی محل میں بیٹھا دیکھ رہے ہیں۔ ملا محمد عمر صاحب کی قیادت نے خاک نشینی اور تخت نشینی کو کس طرح یکجا کر دیا ہے! تقویٰ و تدین اور دنیاوی امور کی انجام دہی کس قدر ہم آہنگ ہو چکی ہے۔

شاهد اسلم

تعزیتی کلمات کے بعد امیر محترم نے وفد کی آمد کا مقصد بیان کیا اور دریافت کیا کہ ہم امارت اسلامی کے ساتھ کیا تعاون کر سکتے ہیں۔ عبدالغفور افغانی کمال ذہانت سے ایک ایک لفظ کا ترجمہ پشتو اور اردو میں کر رہے تھے۔ ملا عبدالکبیر صاحب نے فرمایا کہ یہاں نظام اسلامی کا قیام قربانیوں سے ہوا ہے۔ یہاں جہاد کے دو اہداف تھے: روس اور اس کے ایجنٹوں کو ختم کرنا اور اسلامی نظام کا قیام۔ الحمدللہ جہادی لیڈروں نے پہلا ہدف تو پورا کر لیا' دوسرا پورا نہ کر سکے۔ اور ان کی ناکامی دوسرے ہدف کے بارے میں مخلص نہ ہونا تھی۔ حضرت عمرؓ کا فرمان تھا کہ عزت اسلام کی بدولت ہے مگر جہادی کمانڈروں نے عزت دوسرے راستوں میں تلاش کرنا شروع کر دی۔ عوام کی توقعات تھیں کہ یہ لوگ افغانستان میں اسلام کو سربلند کریں گے مگر ان بدبختوں نے افغانیوں ہی کا نہیں بلکہ پوری امت کے ارمانوں کا خون کر دیا۔ سابق صدر ربانی نے اپنے دور حکومت میں مشہور کمیونسٹ کمانڈر جنرل بابا جان کو اپنا دست راست اور مشیر بنائے رکھا۔ حتیٰ کہ عدالتوں میں بجائے اس کے کہ علماء قاضی اور جج بنتے' وہی کمیونسٹ عناصر عوام کے فیصلے کرتے۔ تو آپ بتائیں کہ فمن لم یحکم بما انزل والی آیات کے مخاطب کون ہیں۔ اس پر امیر محترم نے کہا کہ ہم پاکستانی قوم۔

وزیراعظم نے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ہم ماضی کے بارے میں مبالغہ نہیں کرتے۔ آپ عوام میں جائیں اور ان سے معلومات حاصل کریں تو آپ کو علم ہوگا کہ جہادی کمانڈر کس طرح غریب عوام سے ٹیکس لیتے تھے' نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کی عزت پامال کرتے تھے۔ یہاں کابل میں ایک لیڈر کے ساتھی نے ایک بلڈنگ کی چوتھی منزل پر جا کر ایک لڑکی کی عزت لوٹنا چاہی تو اس نے اوپر سے چھلانگ لگا کر اپنی جان دے دی۔ ان لیڈروں نے کمیونسٹوں سے انتقام لینے کی بجائے انہیں بری کر دیا۔ لہذا عوام نے جہاد کے معنی یہ سمجھے کہ (۱) فساد برپا کرنا (۲) گولی چلانا (۳) لوٹنا۔ آخر کار بے سہارا لوگوں کی دعاؤں کا نتیجہ ہمیں عالی قدر امیر المومنین کی شکل میں ملا اور آج ہر طرح سے امن و امان ہے۔ مخلص جہادی لیڈر ہمارے بڑے بھائی ہیں۔ بہرحال انہوں نے پہلا ہدف پورا کیا مگر دوسرے میں ناکام رہے۔ انہیں چاہئے کہ دوسرے کام کی تکمیل میں ہمارے دست و بازو بنیں۔ انہوں نے مزید بتایا کہ کامیابی کا راز امیر کی اطاعت ہے' چاہے اسے اعلیٰ عہدے پر رکھے یا ادنیٰ پر۔

امیر محترم نے دریافت کیا کہ آپ کے نزدیک طالبان کی حکومت میں آئندہ کا حکومتی ڈھانچہ کیا ہوگا۔ ملا عبدالکبیر صاحب نے بتایا کہ فی الحال یہاں آزاد عدلیہ اور انتظامیہ ہے۔ مگر مقننہ نہیں ہے' جس کا سردست حل یہ ہے کہ امیر المومنین ان ارکان شوریٰ سے مشورہ لیتے ہیں جنہیں تقویٰ کی بنیاد پر تمام صوبوں سے لیا گیا ہے۔ اور اگر کوئی بہت بڑا اور نہایت اہم معاملہ ہو تو پھر تمام وزراء' صوبوں کے گورنروں اور شوریٰ کے علماء سے مشورہ کیا جاتا ہے۔ آخری فیصلہ امیر المومنین کرتے ہیں۔ بہرحال ہمارے ذہن میں ہے کہ عوام کی تمناؤں کا خیال رکھا جائے اور انہیں مشوروں میں شامل کیا جائے۔ ان شاء اللہ ہم ایسا ہی کریں گے' بس شمالی اتحاد کا فتنہ ختم ہو جائے۔

امیر محترم نے کہا کہ میری درخواست ہے کہ خطبات خلافت نامی میری کتاب کو آپ حضرات پڑھ لیں تاکہ آئندہ کا نظام بنانے کے لئے عصری تقاضوں کو ہم آہنگ کیا جا سکے۔ امیر محترم نے وزیراعظم کو بتایا کہ الحمدللہ' مسنون بیعت کی بنیاد پر اس وقت دنیا میں ایک حکومت ہے طالبان کی اور ایک تنظیم ہے تنظیم اسلامی۔

امیر محترم نے وزیراعظم کو درخواست کی کہ آپ پاکستان کی دینی سیاسی جماعتوں کو مشورہ دیں کہ وہ الیکشن کی بجائے نہی عن المنکر باللسان کا فریضہ سرانجام دیں۔ مزید برآں وہ طالبان تحریک سے تعاون کرنے والی جماعتوں میں مفاہمت بھی کرائیں۔ (جاری ہے)

فرمان رسول ﷺ

وعن ابی قتادہ رضی اللّٰہ عنہ قال : سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ' یقول :

((مَنْ سَرَّهُ اَنْ يُنَجِّيَهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ اَوْ يَضَعْ عَنْهُ))

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے: "جس شخص کو پسند ہے کہ اللہ اس کو قیامت کی سختیوں سے نجات بخشے تو وہ تنگ دست کو مہلت دے یا معاف کر دے"۔ (مسلم)

کاروان خلافت منزل بہ منزل

اسرہ گوجرہ کا دعوتی و تبلیغی پروگرام

الحمدللہ اب گوجرہ میں تنظیم اسلامی کا تعارف بتدریج بڑھ رہا ہے۔ امیر حلقہ پنجاب وسطی انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب کے خطابات کے ذریعے وہاں کے احباب خصوصاً تعلیم یافتہ طبقہ میں دینی موضوعات کے لئے دلچسپی زیادہ ہو رہی ہے۔ اسرہ گوجرہ کے تحت ماہ مارچ میں فاروقی صاحب کا ایک خطاب بعنوان ''مقصد حیات انسان'' رکھا گیا۔ جناح کالج گوجرہ کے پروفیسر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے خصوصی تعاون سے ان کے کالج میں بندوبست کیا گیا۔ نقیب اسرہ گوجرہ غلام نبی صاحب نے اس پروگرام کی تشہیر کی۔ مورخہ ۱۷ مارچ بروز ہفتہ امیر حلقہ فاروقی صاحب گوجرہ تشریف لائے۔ راقم بھی ان کے ہمراہ تھا۔ نماز مغرب کے بعد مذکورہ کالج کے ایک کمرے میں مقررہ موضوع پر فاروقی صاحب نے خطاب فرمایا۔ آپ نے بتایا کہ خالق کائنات کی تخلیق کا نکتہ عروج انسان ہے جو ایک مرکب وجود رکھتا ہے۔ انسان مجموعہ ہے جسد حیوانی اور روح ربانی کا۔ انسان کی اصل حقیقت یہی روح ہے۔ شعور و اختیار کے لحاظ سے انسان باقی مخلوق سے بلند تر مقام پر ہے۔ جنوں اور فرشتوں سے انسان کو سجدہ کروایا گیا۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ دنیا میں انسان کسی عمل کا ارادہ کرے تو جن اور فرشتے رکاوٹ نہیں بنیں گے۔ قرآن حکیم میں انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ کی بندگی بتایا گیا ہے۔ مطلوب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات کو محبت کے جذبے کے ساتھ مانا جائے۔ اسی کو اصطلاحاً عبادت رب کہا جاتا ہے۔ فاروقی صاحب نے نہایت سلیس انداز میں عبادت کی وضاحت کی اور آخر میں یہ بتایا کہ ہم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو اپنی ذات پر اپنے گھر پر اور اپنی معیشت پر ضرور نافذ کرے اس لئے کہ یہ چیزیں اس کے اختیار میں ہیں۔ ہاں اجتماعی نظام میں دین حق کے نفاذ کے لئے جدوجہد بھی کرے۔ ایک گھنٹہ دورانیہ کے اس خطاب کو کم و بیش چالیس احباب نے بڑی توجہ سے سنا۔

نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد کالج انتظامیہ کی طرف سے مہمانوں کی تواضع پر تکلف چائے سے کی گئی۔ اس دوران بعض احباب نے سوالات کے ذریعے موضوع کے بعض حصوں کی وضاحت حاصل کی۔ (رپورٹ: پروفیسر خلیل الرحمٰن)

تنظیم اسلامی دیر کے زیر اہتمام ایک روزہ دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی اسرہ دیر کے زیر اہتمام ایک روزہ دعوتی پروگرام بمقام قولنڈی ہوا جس میں دیر سے ۴ رفقاء اور بیبیوڑ سے دو رفقاء شامل تھے۔ مولانا غلام اللہ حقانی صاحب اس کے لئے خصوصی مدعو تھے۔ اجتماع کا آغاز بعد نماز عصر دو مسجدوں میں دعوتی اجتماعات سے ہوا۔ ایک مسجد میں جناب مولانا غلام اللہ حقانی صاحب نے عبادت رب کے موضوع پر مختصر مگر جامع خطاب فرمایا جبکہ دوسری مسجد میں جناب ممتاز بخت صاحب نے عظمت قرآن پر خطاب فرمایا۔ دونوں اجتماعات میں اوسطاً ۱۰۰ افراد نے شرکت کی۔ پروگرام کی دوسری نشست نماز مغرب کے بعد ہوئی اور اس میں قریباً ۸۰/ افراد نے شرکت کی۔ آخری نشست میں بعد از نماز عشاء درس قرآن ہوا۔ مولانا غلام اللہ حقانی نے جہاد و قتال پر مفصل بحث کی۔

پروگرام کے دوسرے روز کا آغاز صبح نماز فجر کے درس قرآن سے ہوا۔ ممتاز بخت صاحب نے فکر آخرت کے موضوع پر درس دیا۔ ناشتہ سے فراغت کے بعد ساڑھے آٹھ بجے صبح ایک خصوصی نشست کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس خصوصی نشست میں مولانا غلام اللہ حقانی صاحب نے منہج انقلاب نبویؐ پر مفصل خطاب فرمایا۔ آخر میں سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ پروگرام کے بعد لوگوں میں لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔ (رپورٹ: سعید اللہ خان)

تنظیم اسلامی حلقہ باغ کی دعوتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی حلقہ باغ میں منتخب نصاب کا درس بذریعہ ویڈیو کافی عرصہ سے جاری تھا' جو بفضل تعالیٰ بڑی کامیابی کے ساتھ مکمل ہو گیا ہے۔ اس پروگرام کی کامیابی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ لوگوں کی حاضری زیادہ ہونے کی وجہ سے دفتر کی جگہ کم محسوس ہونے لگی۔ چنانچہ امیر تنظیم اسلامی حلقہ باغ جناب ذراب حسین عباسی نے نئی جگہ کا انتخاب کیا اور اب مرکزی جامع مسجد باغ کے سامنے بڑا ہال لے لیا گیا ہے جو تعمیر کے آخری مراحل میں ہے۔ جوں ہی اس کی تعمیر مکمل ہوئی تو جلد ہی ان شاء اللہ وہاں دوبارہ منتخب نصاب کا درس بذریعہ ویڈیو شروع کر دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ یہاں کئی دوسرے دعوتی پروگرام بھی ہوتے رہتے ہیں جس میں قابل ذکر پروگرام امیر محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد کا ۳۱ دسمبر ۲۰۰۰ کا قرآن آڈیٹوریم میں خطاب تھا جس کا عنوان تھا ''انفرادی نجات اور اجتماعی فلاح'' جو بذریعہ ویڈیو تین مقامات پر پیش کیا گیا۔ پہلا پروگرام تنظیم اسلامی کے دفتر میں منتخب نصاب کی تکمیل کے فوراً بعد ہوا۔ دوسرا پروگرام رفیق تنظیم اسلامی جناب افتخار عباسی کی رہائش گاہ پر ہوا جس میں کافی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی اور پروگرام کو بہت سراہا۔ تیسرا پروگرام بھی اسی مقام پر ہوا۔ منتخب نصاب کے دروس کی تکمیل پر جناب افتخار عباسی نے چند احباب سے تاثرات پوچھے تو پروفیسر بشیر صاحب نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ دین کا اصل مفہوم اور اس کا لب لباب پہلی دفعہ ہمارے سامنے آیا۔ جناب اعجاز شائق صاحب نے ڈاکٹر صاحب کی علمی بصیرت کو سراہتے ہوئے کہا کہ انہوں نے جس طرح قرآن کے علمی اور فکری پیغام کو اجاگر کیا اس کی مثال نہیں ملتی۔ یونائٹڈ بنک کے مینجر جناب طارق محمود عباسی صاحب نے کہا کہ کاش قرآن مجید کے اس فکر کا ادراک ہمیں پہلے ہو جاتا اور اعترافاً کہا کہ ہم پہلے مادہ پرستی کی طرف مائل رہے ہیں۔ پروفیسر نثار صاحب نے ڈاکٹر صاحب کے درس کے حوالے سے کہا کہ آپ نے جو بھی باتیں کی ہیں وہ ایک سلیم الفطرت انسان کے دل کو لگنے والی باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ڈاکٹر صاحب کی باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

(رپورٹ: زین العابدین عباسی)

اسرہ ماموند کی دعوتی سرگرمیاں

۱۹۰/اپریل کو اسرہ ماموند کے نو رفقاء مولانا محمد یار کی رہنمائی میں ایک روہ پروگرام کے لئے گاؤں سیوئی گئے۔ عصر کے بعد ایک مسجد میں مولانا محمد یار صاحب نے ''بندگی رب'' کے موضوع پر درس دیا۔ دوسری مسجد میں راقم نے قرآن مجید کے حقوق پر لب کشائی کی۔ مغرب کے بعد محترم گل محمد صاحب نے بندگی رب پر ایک اور مسجد میں بات کی جبکہ راقم نے بھی قیام والی مسجد میں بندگی رب پر بات کی۔ بعد نماز عشاء اسی مسجد میں عظمت قرآن پر راقم نے درس قرآن دیا جبکہ صبح کو محترم گل محمد صاحب نے انقلابی طریقہ کار پر بحث کی۔ (رپورٹ: حضرت نبی محسن)

حکومت دہشت گردی پر قابو پانے میں ناکام رہی ہے: محمد نسیم الدین

امیر تنظیم اسلامی حلقہ سندھ (زیریں) محمد نسیم الدین نے سنی تحریک کے قائد سلیم قادری اور ان کے رفقاء کے قتل کو ایک عظیم سانحہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ ایک عرصے سے کچھ نادیدہ قوتوں کی کوشش ہے کہ مذہبی فرقہ واریت کو ایک اور جہت دی جائے۔ وطن عزیز پہلے ہی بدترین فرقہ واریت کی زد میں ہے اور اس میں کسی اضافہ کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک انتہائی افسوس ناک صورت حال ہے کہ موجودہ حکومت جس کی پشت پر فوج کی قوت موجود ہے' دہشت گردی کو قابو کرنے میں ناکام ہے۔ ہم اس دہشت گردی کی شدید ترین مذمت کرتے ہیں اور حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ فوری طور پر مجرموں کی گرفت کرے اور انہیں کیفر کردار تک پہنچائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ مرحومین کی مغفرت فرما کر انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

دعائے مغفرت

تنظیم اسلامی باغ کے رفیق جناب زین العابدین کے والد گرامی کا انتقال ہو گیا ہے۔ ہمارے ایک اور رفیق جناب حاجی آزاد عباسی کے والد محترم کا بھی انتقال ہو گیا ہے۔ ان حضرات کے لئے دعا مغفرت کی درخواست ہے۔

تنظیم	اسلامی	کا	نظام
نظام	خلافت	کا	قیام

تنظیم اسلامی خویشگی کا دعوتی اجتماع

تنظیم اسلامی خویشگی حلقہ سرحد (شمالی) کے زیر اہتمام ماہانہ دعوتی اجتماع ۱۰ مئی کو مسجد الرشیدی محلہ پیر کورونہ خویشگی پایان میں منعقد ہوا۔ نماز عصر کے بعد حافظ محمد حامد نے ''عبادت رب'' کے موضوع پر مدلل گفتگو کی۔ اس نشست میں ۳۵ احباب شریک رہے۔ نماز مغرب سے پہلے راقم سمیت تنظیم اسلامی خویشگی کے امیر محمد عامر اور حافظ محمد حامد نے محلے میں لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور نماز مغرب کے بعد منعقد ہونے والے پروگرام کی دعوت دی۔ نماز مغرب کے بعد جناب قاضی فضل حکیم صاحب نے منہج انقلاب نبویؐ کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ آپ نے تقریباً ایک گھنٹہ سامعین کے سامنے نہایت دلنشیں پیرائے میں گفتگو کی۔ اس خطاب میں تقریباً ۸۰ احباب نے شرکت کی۔ ملتزم رفقاء کی حاضری سو فیصد تھی۔ (رپورٹ: خضرت حیات)

سودی نظام معیشت کے خلاف گوجرانوالہ میں رفقاء تنظیم کا مظاہرہ

سودی معیشت کے خلاف تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے جو مظاہرے کئے گئے' اس سلسلے کا ایک مظاہرہ حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن کے تحت گوجرانوالہ شہر میں ۵ مئی کو کیا گیا۔

پورے حلقہ سے ۶۰ کے قریب رفقاء شریک ہوئے۔ مظاہرے کے لئے ۲۰ پلے بورڈ اور ۱۴ بینرز لکھوائے گئے' جن میں مختلف قسم کے نعرے درج تھے۔

مشورے کے بعد طے پایا کہ شیرانوالہ باغ سے اجتماعی طور پر مظاہرے کا آغاز کیا جائے۔ لہذا تمام ساتھی اللہ کو یاد کرتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ امیر تنظیم گوجرانوالہ ڈویژن اور امیر تنظیم گوجرانوالہ شہر نے نہایت منظم طریقہ سے مظاہرے کو ترتیب دیا۔ جی ٹی روڈ سے نہایت وقار کے ساتھ ساتھی بینرز اور پلے کارڈ اٹھائے ہوئے گوندلانوالہ چوک پہنچے اور وہاں تقریباً بیس منٹ تک اکٹھے اور گروپ کی صورت میں مظاہرہ کیا۔ سود کے خلاف مرکز سے جاری کردہ پمفلٹ بھی تقسیم کئے گئے۔ اس کے بعد گوجرانوالہ کے مشہور بازار اور مارکیٹ کا بھی راؤنڈ کیا گیا۔ مظاہرہ تنظیم کے دفتر کے سامنے ختم ہوا۔ (رپورٹ: شاہد رضا)

تنظیم اسلامی سرگودھا کا ماہانہ اجتماع

۲۹ اپریل کو گیارہ بجے دن تنظیم اسلامی سرگودھا کا ماہانہ دعوتی/تنظیمی اجتماع قرآن ہال میں منعقد ہوا۔ سرگودھا' جوہر آباد اور چک ۱۲۷ ساہیوال سے اراکین تنظیم کے علاوہ احباب و معاونین کی بھی خاصی تعداد نے شرکت کی۔ تلاوت قرآن سے کارروائی کا آغاز ہوا۔ تعارفی خطبہ میں اراکین کو تنظیم کے فکر اور نصب العین کی یاد دہانی کے ساتھ ساتھ اپنے اہداف اور ترجیحات کی درستگی کے لئے تلقین کی گئی۔ خطاب کے بعد تمام اراکین اور احباب کا مختصر تعارف ہوا۔ جناب طاہر بشیر نے ''کلمہ طیبہ اور ہماری ذمہ داریاں'' کے عنوان سے سیر حاصل گفتگو کی۔ اس کے بعد بھائی عبدالسمیع نے مجاہدانہ انداز' میں اقامت دین اور انقلاب کے مختلف مراحل پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی ویڈیو کیسٹ ''راہ نجات'' دکھائی گئی جس کو حاضرین نے بہت دلچسپی سے دیکھا۔ راقم نے اختتامی کلمات میں ارکان تنظیم پر زور دیا کہ وہ اپنی ذاتی تربیت و اصلاح پر وافر توجہ دیں جس کے لئے تنظیم کے لٹریچر کا بار بار مطالعہ از حد ضروری ہے۔ ظہرانے کے بعد تمام ساتھی اپنی اپنی منزل کے لئے رخصت ہو گئے۔ (رپورٹ: کے بی ملک)

تنظیم اسلامی بہاولنگر کا ماہانہ دعوتی وتنظیمی اجتماع

تنظیم اسلامی بہاولنگر جناب بھائی منیر احمد کی سرکردگی میں دینی فرائض کی ادائیگی کے لئے کوشاں ہے۔ اس کا ماہانہ دعوتی و تنظیمی اجتماع ہر ماہ کے پہلے جمعۃ المبارک کو ہارون آباد کی حشمت کالونی میں واقع مسجد جامع القرآن میں منعقد ہوتا ہے جو تنظیم اسلامی بہاولنگر کا ضلعی دفتر بھی ہے۔ اس دفعہ یہ اجتماع مورخہ ۴ مئی کو منعقد ہوا جس میں پورے ضلع سے رفقاء نے شرکت کی۔

پروگرام کا آغاز خطبہ جمعہ سے ہوا اور یہ نماز عصر کے بعد تک جاری رہا۔ خطبہ جمعہ میں منیر احمد بھائی نے دینی فرائض کا جامع تصور پیش کیا اور بڑی مفصل گفتگو کی اور واضح کیا کہ مسلمان کے فرائض میں صرف نماز' روزہ ہی شامل نہیں ہے بلکہ پوری زندگی میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت بذریعہ اطاعت رسولؐ ' دعوت و تبلیغ' شہادت علی الناس جو بحیثیت امتی ہم سب پر فرض ہے۔ نماز جمعہ کے بعد کھانے کا وقفہ ہوا اور اس کے بعد بھائی منیر احمد نے منتخب نصاب نمبر ۲ کا درس دیا جس کا موضوع تھا: امراء کا اپنے رفقاء کے ساتھ طرز عمل اور اسوہ رسولؐ۔ اس میں صرف رفقاء شریک ہوئے۔ اس کے بعد چائے اور نماز عصر کا وقفہ ہوا اور نماز عصر کے بعد راقم نے نہی عن المنکر کے بارے میں درس حدیث دیا۔ اس کے بعد چشتیاں' بہاولنگر' فورٹ عباس' کھچی والا کے نقباء نے مقامی دعوتی و تنظیمی رپورٹس پیش کیں اور تقریباً چھ بجے شام پروگرام ختم ہوا۔
(رپورٹ: ذوالفقار علی)

عالمی مالیاتی استعمار پاکستان کو مجبور اور بے بس ریاست میں تبدیل کرنا چاہتا ہے: محمد رشید عمر

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب (غربی) کے امیر جناب رشید عمر نے ماہانہ درس قرآن کے بعد اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے خبردار کیا کہ نیو ورلڈ آرڈر میں جکڑنے کے لئے مغربی استعمار جن منصوبوں پر عمل پیرا ہے' ان میں سب سے پہلے جنسی شہوت پرستی کے لئے ماحول کو سازگار بنانا ہے۔ اس کے لئے این جی اوز کے ذریعے آزادی نسواں اور حقوق نسواں کی تحریکیں چلائی جارہی ہیں اور ذرائع ابلاغ کا بھرپور استعمال ہو رہا ہے۔ مشرف حکومت بے حیائی کو تحفظ دینے میں مغربی استعمار کی بھرپور مدد کر رہی ہے۔ اس نے آزادی نسواں کی حامی خواتین کو سیکورٹی کونسل اور کابینہ میں شامل کیا ہوا ہے اور ضلعی حکومتوں میں ۳۳ فیصد عورتوں کی شرکت لازمی قرار دی ہے۔ دوسرا منصوبہ اختیارات کی مرکزیت کو ختم کر کے انہیں ضلعی حکومتوں کو منتقل کرنا ہے۔ ورلڈ بنک ڈویلپمنٹ رپورٹ برائے ۲۰۰۰ء کے مطابق ان حکومتوں کو چلانے کی ذمہ داری محض منتخب نمائندوں کی نہیں ہوگی بلکہ اس میں پرائیویٹ سیکٹر' این جی اوز' سیکولر مفکرین' دانش وروں اور ماہرین کو بھی شامل کیا جائے گا۔ مقامی حکومتیں خدمات کی فراہمی بطور خدمت فراہم کرنے کے بجائے منافع کے حصول کا ذریعہ بن جائیں گی۔ خدمات کے سارے نظام کو پرائیویٹائز کر دیا جائے گا۔ مثلاً شہریوں کو پانی کی فراہمی کا ٹھیکہ ایک ملٹی نیشنل کمپنی کو دیا جائے گا تو ٹیلیفون کی سہولت فراہم کرنے کا ٹھیکہ کسی دوسری کمپنی کو' وغیرہ۔ اس طرح اختیارات مرکز سے مقامی حکومتوں کو منتقل نہیں ہوں گے بلکہ ملٹی نیشنل کمپنیوں اور بنکوں کو منتقل ہو جائیں گے۔ نتیجتاً پاکستان ایک مجبور' لاچار' لاغر اور بے بس ریاست کی شکل میں رہ جائے گا جو مکمل طور پر مغربی استعمار کی باجگزار اور محتاج ریاست کے طور پر ہی زندہ رہے گا۔ دفاعی بجٹ میں کٹوتی اور ایٹمی سائنس دانوں کو ریٹائر کرنا مشرف حکومت کی اسی بے چارگی کا اظہار ہے۔

تنظیم اسلامی اسرہ باغ کی دعوتی سرگرمیاں

ایلیمنٹری کالج باغ میں ہیڈ ماسٹر صاحبان کی ایک ورکشاپ ہوئی' تنظیم اسلامی حلقہ باغ کے امیر جناب زراب حسین عباسی کی کوشش سے یہاں ایک پروگرام کا انعقاد ہوا' جس میں تنظیم اسلامی حلقہ بیروٹ کے امیر جناب خالد محمود عباسی کو مدعو کیا گیا۔ جناب خالد محمود عباسی نے دین اور مذہب میں فرق کے حوالے سے نہایت جامع درس دیا اور ساتھ بورڈ پر بھی سامعین کو سمجھایا۔ یہ پروگرام بہت کامیاب رہا اور اس میں تقریباً ۷۰ سے زائد افراد نے شرکت کی۔ لوگوں نے اسے بہت پسند کیا اور اساتذہ کرام نے بعد میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ دین اور مذہب میں فرق پہلی بار ہمارے ذہنوں میں اجاگر ہوا۔ جناب خالد محمود عباسی کو دوبارہ باغ آنے کی دعوت بھی دی گئی۔ (رپورٹ: زین العابدین عباسی)

بقیہ ''اداریہ''

☆ جناب چیف ایگزیکٹو! موجودہ معاشی بدحالی اور دیوالیہ پن سے نکلنے کا ایک ہی یقینی راستہ ہے..... اللہ کی ذات پر اعتماد کرتے ہوئے اس راستے کو آزما کر تو دیکھئے!..... اور وہ راستہ ہے سودی نظام کے خاتمے کے ذریعے اللہ کے غضب سے نکل کر اس کے دامن رحمت میں پناہ لینے کا' اور شریعت کے نفاذ کے ذریعے زکوٰۃ اور عشر کو صحیح معنی میں رائج و نافذ کرنے کا۔ ہمارے لئے اس معاشی موت سے بچ نکلنے کا جو ہمارا مقدر بن چکی ہے' واحد تیر بہدف نسخہ صرف اور صرف یہی ایک ہے..... افسوس ہے کہ آپ اس اصل راستے کی طرف آنے سے مسلسل گریزاں ہیں' حالانکہ یہ بات دعوے کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ اس ایک راستے کے سوا آپ لاکھ سر پٹخ لیجئے' آپ کو معاشی میدان میں کوئی کامیابی نہ اب تک حاصل ہوسکی ہے نہ آئندہ حاصل ہوسکتی ہے۔ ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں۔ ○○

madrassas is not that they aspire their children to become Mujahideen, but rather due to their love for religion and in some cases due to the failure of the government to provide necessary educational facilities. It is wrong to assume that majority of the students in religious schools are due to their parents economic inability. Even well fed parents in the modern cities of Pakistan are now sending their children in great numbers to well-furnished Islamic schools - like Iqra Public schools, etc. This is not that they want their children to become trained terrorists but that they have realised the dangers of faith without knowledge. The third assumption is that of a presumed threat posed to the society by the "jihadi" organisations. The ***"jihadi groups"*** were financially and ammunition-wise more independent and self-sufficient before 1991 than they are in 2001. These groups were acting more independently of Pakistan's control than they are now. More importantly, Haqania Conference and the subsequent functioning of the Afghan Defence Council prove that there is no underlying tension between these groups or among those who support them. Culprits of some terrorist acts are obvious. But in most case, instead of doing proper investigations and establishing the involvement of foreign hands in fanning the fire, the government finds it easy to associate terrorist acts with one or anther religious group. Indian propagandists are at the forefront with the Western analysts who claim that the threats from the ***"jihadi groups"*** is bound to increase in the coming days, provided the government of Pakistan remains inactive. For instance, Suba Chandran, a Research Officer at IPCS (an Indian research institute) writes on 27 February 2001 that the military government ***"has taken certain steps to curb the influence of the jihadi and taliban forces. Efforts such as the deweaponisation drive, ban on public display of arms by the jihadi forces and an attempt to regulate the funding are small but significant steps, which will be effective if implemented earnestly in controlling them."*** Instead of acting according to such propaganda we need to look at our history and compare today's Pakistan with the Pakistan during 1980s'. The US adventurist policy in Afghanistan has resulted in multi-facet negative impacts on the social fabric of our society. Massive supply of sophisticated weapons to the Afghan "mujahideen" has long ago led to the proliferation of arms in the country from Peshawar to Karachi. Different personalities and organisations involved in the distribution of foreign aid to the Mujahideen of Afghan war became rich overnight because no paperwork was involved in the covert operation. According to the annual statement of the Swiss National Bank the total value of the deposits held by Pakistanis reached to 1.141 billion Swiss Francs in 1985. Until 1980, the total value of Pakistanis deposits in numbered accounts in Switzerland was so small that Pakistan never used to find a separate mention in the annual statements of the Swiss National Bank. The thought of a crackdown against ***"jihadi groups,"*** their weapons and funding sources didn't bother any one at the helms of affairs during 80s' and 90s'. The military government seems to be taking a U-turn. General Zia used the so-called ***"Islamisation process"*** to legitimise and perpetuate his narrowly-based military rule, where as Musharraf's rule is marked by pro-Ataturk rhetoric, changes in schools curriculum by omitting Jihad related Quarnic verses, using tactics to make life hard for religious schools, and promoting external propaganda against religious organizations under the label of "jihadi groups." If Islamisation in 1980s as adopted by General Zia was devoid of the real spirit of Islam, anti-religious groups crusade taken on by General Musharraf under the western and Indian influence is in total contradiction to the facts on the ground. It would not only create complications of the Turkish, Egyptian and Algerian kind, but also ambiguity about Islam instead of solving the problems of this country. We have not been successful at nation-building because we failed miserably at state-building. A desperate people cannot be made into a solid and cohesive community if the governments, which supposedly represent their interests, are themselves riddled with contradictions and plan according to the external propagandas. Consequently, in nearly half a century of our existence we could not create a Pakistani nation. Our rulers are as much responsible for the suppression and distortion of the political process as for the loss of that sense of belonging essential for the survival of a country. The Taliban did not come from across the border to divide the community in Pakistan. If people no longer belong to Pakistan but to a Biradari or a tribe, it is no fault of the Taliban but our own leaders. Our governance has been reduced merely to privilege, self and propaganda, de-linking power from responsibility and confusing opportunism with leadership. The major political parties are merrily engaged in playing a game of musical chairs vying with each other in relentless quest for political power, and more importantly, for access to the financial bonanza which goes with it. None of them represent the aspirations of our country's heterogeneous society. **Why shall we blame Islam or religious parties for the instability in the country and criminalization of politics, which has eroded public faith both in country's political leadership and system itself?** The citizen cannot be expected to wait for the system to correct itself; he will and can be expected to take upon himself the task of enforcing the rights granted to him by the constitution. If that is Talibanisation, surely then we are inching towards it. This risk draws closer every day. According to Shahid Javed Burki of the World Bank, *the country is now left with no viable institutions, ...given the impact of change, Pakistan could cease to exist in its sovereign nation-state form."* With the anti-Islam conspiracies looming large all around us, Pakistanis may at last find their elusive commonwealth. It is time for our politicians, bureaucrats and intellectuals to rise to the occasion and ensure that we plan and act according to our own needs and priorities, not those of our enemies. The real fear is that if things slide as they are doing,

(see page : 9)

Abid Ullah Jan

The recipe for our survival

The government of Pakistan has taken some serious initiatives under the banner of "deweaponisation" and "curb on Jihadi groups." The objective seems to be showing to the Western capitals that it is putting a lid on "talibanisation." There are some questions to be analysed in depth before any knee jerk reaction to the assumptions of anti-Pakistan forces. First of all: What is this "talibanisation" all about? How did the madrassas or religious groups and parties suddenly become promoters of "talibanisation"? What are the factors that are being considered as indicators of "talibanisation"? And where would our dancing to the propaganda tunes lead the country in the long run? Many Western, Indian and even Pakistani analysts are using the word "talibanisation" without explaining what do they actually mean by it. Maya Chandda writes in World Affairs (July - Sept 1999) ***"talibanisation is polarizing and jeopardizing [pakistan's] nascent democracy."*** Loosely used by the majority, this metaphor is meant to reflect the whole anti-Taliban propaganda in just word. Maya Chanda, however, is the only analyst who tried to split the word ***"talibanisation"*** into three core conceptions: ***"1. that hegemony of a specific ethnic community - Punjabis and Pathans - is the key to political unity and control in a multi-ethnic nation; 2. that Islam, particularly its fundamentalist version is the basis of legitimacy in a nation that is overwhelmingly Muslim; 3. that use of coercion and force is justified to eliminate dissent where Islam and ethnic dominances have failed to do so."*** It is absolutely naïve to assume that Pakistani leaders are drawing on ethnic beliefs to consolidate the Pakistani state. Undoubtedly, majority of the Taliban are Pathans but only those who have been to various ministries and institutions in today's Afghanistan, and who have met the Taliban leadership know that it is neither language nor ethnicity that binds the Taliban together- **it is simply the shadesless Islam that has transformed the resource-less Taliban into a multi-headed monster for these who are armed to the teeth with nuclear and biological weapons.** As far the use of force to eliminate dissent is concerned, even those who are tyro in the field of international relations, would agree that the Taliban's use of force pales in comparison before the Israelis crime against humanity, who are occupying Arab land and populations for the last 34 years; who kill innocent civilians and destroy their homes on daily basis. Although the Punjabis (48.2 per cent of the population), and Pushtun (13.1 per cent of the population) communities command a disproportionately large number of positions in the army, government and higher echelons of civil service, however it doesn't mean that this would become a factor in much trumpeted "talibanisation" of Pakistan. **It is proved beyond any reasonable doubt that Islam was the rallying force in the creation of Pakistan and is the only binding force that keeps it together.** No matter which angle we may choose to study it, everything boils down to the fact that racial, linguistic, territorial or just Pakistani nationalism is not good enough to practically maintain Pakistan's integrity. Even geography goes against Pakistan. The use of ethnic identity in articulating community demands must not be confused with human emotions that keeps a nation intact. When religious nationalism weakens, regional, ethnic or linguistic nationalism would only lead to factionalism. So, from the factionalism perspective, it is not holding to Islam but leaving Islam behind that would lead to "talibanisation" of Pakistan. Islam has never been an issue in Pakistan. In fact, even those parties, which talk of scientific socialism or secular politics, did not ignore the potential and popularity of the faith in electoral politics. What, however, is a matter of concern is the emergence of propagation of an idea that Islam is opposed to progress and enlightenment. The government of Benazir Bhutto tried to promote Pakistan as a moderate Islamic state. A booklet published by the Ministry of Information -- entitled, Pakistan: A Moderate Islamic State -- acknowledged that "from late 1970s to mid-1980s, Pakistan often found itself specially featuring in (western media) despatches about ***"Islamic Fundamentalism,"*** an expression depicting religious intolerance. The despatches still bring out Pakistan as an irrational society suppressing minorities, contemptuous of human rights, treating women as inferior and generally living inside a cocoon of faith debarring contemporary compellings. The first false propaganda assumption on which the present government is setting its domestic policy priorities is that the ***"fundamentalist elements"*** do not enjoy popular support inside Pakistan? An analysis of the electoral performance of the various Islamic parties in the last ten years is an absolutely wrong indicator. Majority of the Pakistanis now feel political parties have caused more harm to Pakistan than the religious parties who didn't get an opportunity to lead or loot in the last fifty years. What is considered as ***"street power of the fundamentalist parties,"*** is the actual factor that empowers seemingly powerless people like the Taliban. What else could be the enjoyment of popular support? The second assumption is about the role of madrassas in Pakistan, which neither form a monolithic entity nor solely teach and preach jihad with the main objective of producing Mujahideen. The main reason for the parents to send their children to these

Vol : 10 Regd. CPLNo. 127 No. 20

WEEKLY NIDA-I-KHILAFAT LAHORE

افہام و تفہیم

☆ اجارہ' مشارکہ اور مضاربہ سے کیا مراد ہے؟

☆ ''احسان'' کے حوالے سے عبادات کے دوران اللہ تعالیٰ کے تصور کی کیا کیفیت مطلوب ہے؟

☆ کیا اپنا حق وصول کرنے یا جائز کام نکلوانے کے لئے رشوت دی جاسکتی ہے؟

قرآن آڈیٹوریم میں ہفتہ وار درس قرآن کے بعد امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال و جواب کی نشست

س: کیا اپنا حق وصول کرنے اور جائز کام نکلوانے کے لئے رشوت دی جاسکتی ہے؟

ج: اگر آپ کوئی غلط کام کروا رہے ہیں' اپنے حق سے زائد وصول کر رہے ہیں یا سرکاری ٹیکسز جو آپ پر آنے چاہئیں ان سے بچنا آپ کے پیش نظر ہے' تب تو رشوت حرام ہے۔ لیکن اگر ان میں سے کوئی شکل نہیں یعنی آپ نے اپنا حق وصول کرنے یا جائز کام کروانے کیلئے کچھ رقم مجبوراً دی ہے تو یہ چٹی (جرمانہ) ہے' رشوت نہیں۔ مثلاً آپ کا حق ہے کہ آپ کو بجلی کا کنکشن ملے' آپ نے پیسے بھی جمع کرا دیئے ہیں' پھر بھی لائن مین لیت ولعل سے کام لے رہا ہے تو کچھ پیسے دے کر اگر آپ نے کام کروا لیا ہے اس کے لئے پنجابی کا صحیح لفظ ''چٹی'' ہے۔ اس میں دینے والا گنہگار نہیں ہوگا بلکہ صرف لینے والا ہوگا' اس لئے کہ یہ اس کی ناجائز آمدنی ہے۔

واضح رہے کہ اگر ''چٹی'' یا جرمانہ دینے والا بھی کچھ تکلیف گوارا کرلے اور اضافی پیسے نہ دے تو گویا اس نے اس (راشی) کی غلط عادت کی حوصلہ افزائی نہیں کی بلکہ اس نے برائی کے خلاف جدوجہد کی ایک مثال قائم کی چاہے اسے تکلیف اٹھانی پڑی' چنانچہ یہ عمل اس کے لئے اجر وثواب کا بہت بڑا ذریعہ بن جائے گا۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ حق وصول کرنے والے کو متعلقہ دفتر کے دو چار چکر اضافی طور پر لگانے پڑیں گے۔ لہٰذا عزیمت اور تقویٰ کا تقاضا یہی ہے کہ آدمی اپنا جائز کام یا حق وصول کرنے کے لئے بھی کوئی اضافی پیسے نہ دے۔ لیکن یہ کہ اپنا جائز حق لینے کے لئے جب کہ کسی اور کا حق نہ مارا جا رہا ہو اور سرکاری واجبات سے بچنا بھی مقصود نہ ہو' اگر آپ کو مجبوراً کوئی رشوت دینی پڑے تو وہ آپ کی طرف سے رشوت نہیں ہے بلکہ یہ ایک جرمانہ ہے جو آپ کو دینا پڑ رہا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس شعور کو اجاگر کرنا بہت ضروری ہے۔ ہمارے بہت سے بھائی جو پاکستان سے باہر جا کر وہیں آباد ہو گئے ہیں' ان کو جب کہتے ہیں کہ یہاں اپنے ملک میں واپس آؤ اور یہیں خدمت کرو تو وہ اسی قسم کے عذرات پیش کرتے ہیں کہ یہاں تو کوئی کام رشوت کے بغیر نہیں ہوسکتا جو کہ حرام ہے۔ ان حضرات کو بتانے کی ضرورت ہے کہ یہ اس درجے میں حرام نہیں کہ آپ کے لئے پکڑ کا باعث بنے' یہ صرف لینے والے کے لئے رشوت ہے لہٰذا وہی اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دے گا۔ ہمارے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس قسم کی صورت میں رشوت دینے والا گنہگار نہیں۔ ہمارے بعض پاکستانی اگر ان چیزوں کی وجہ سے اپنے ملک سے ناطہ توڑ کر بیٹھ گئے تو یہ درست طرز عمل نہیں۔ اس طرح اس قسم کی برائیوں کے سدباب کے لئے کوشش اور پھر اس سے بڑھ کر اسلامی نظام برپا کرنے کی جدوجہد کون کرے گا؟

س: اجارہ' مشارکہ اور مضاربہ کسے کہتے ہیں؟

ج: اجارہ فقہ میں لگان یا کرایہ کو کہتے ہیں۔ معاشیات میں اس سے مراد معاوضہ کی وہ رقم ہے جو زمین' مکان' دوکان یا کسی اور شے کے استعمال کے عوض ادا کی جاتی ہے۔ مثلاً اجارہ یہ ہے کہ آپ کوئی کار کرائے پر لے لیں۔ آپ جتنے کلومیٹر سفر کریں گے اتنا کرایہ ادا کر دیں گے۔

مشارکت کے لفظی معانی حصہ دار ہونا' شامل ہونا اور شریک ہونے کے ہیں۔ اصطلاح میں مشارکت کی تعریف یہ ہے کہ دو یا دو سے زیادہ افراد کسی کاروبار میں متعین سرمائے کے ساتھ نفع کے حصول کے لئے اکٹھے ہوں اور کاروبار کے نفع ونقصان میں پہلے سے طے شدہ نسبتوں کے ساتھ شریک رہیں۔

مضاربت دو یا دو سے زائد افراد کے درمیان ایسا معاملہ ہے جس میں ایک فریق سرمایہ فراہم کرتا ہے اور دوسرا اس سرمائے سے کاروبار کرتا ہے' اس معاہدے کے تحت منافع میں دونوں فریقوں کا برابر حصہ ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں مضاربت یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص کا صرف پیسہ ہو اور دوسرا شخص صرف کام کرے۔ بعد ازاں منافع دونوں میں برابر برابر تقسیم ہو لیکن اگر کوئی خسارہ ہو تو وہ صرف صاحب المال کا ہوگا اس میں کام کرنے والے کا کچھ نہیں جائے گا۔

مضاربت میں دو واضح پوزیشنیں ہوتی ہیں کہ مال لگانے والا عمل میں حصہ نہیں لیتا اور محنت کرنے والے کی مال میں کوئی شراکت نہیں ہوتی۔

س: حدیث جبرئیل میں بیان شدہ ''احسان'' کی تعریف کے حوالے سے نماز یا دوسری عبادات کے دوران اللہ تعالیٰ کا صحیح تصور پیدا کرنے کی کیفیت کس طرح ممکن ہے؟

ج: ہمیں اللہ تعالیٰ کا تصور کرنے کو نہیں کہا گیا۔ ((کَاَنَّکَ تَرَاہُ)) ''گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو'' کے الفاظ اصل میں ایک تمثیل ہے۔ جیسے کسی چیز کو آنکھ کے دیکھنے سے یقین ہو جاتا ہے اسی طرح کا یقین اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہونا چاہئے کہ اللہ موجود ہے۔ یہ تو یقین کی شدت کی کیفیت کا معاملہ ہے کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ اللہ کی ذات کا کوئی تصور نہیں کیا جاسکتا اگر تصور کریں گے تو وہ شرک ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تو تصور وتخیل سے ماوریٰ اور وراء الوراء ثم وراء الوریٰ ہے۔

کسی چیز کے بارے میں سننے اور اسے خود اپنی آنکھوں سے دیکھے جانے میں زمین آسمان کا فرق ہے' یعنی شنیدہ اور دیدہ برابر نہیں ہوسکتا۔ آنکھ سے دیکھنے کے بعد اس دیکھی جانے والی چیز کے بارے جو یقین کی کیفیت ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ کے بارے میں اگر یہ کیفیت حاصل ہو جائے تو یہی مقام احسان ہے۔

یہی وہ احسان ہے جس کا تذکرہ حدیث جبرئیل میں ہے۔ اس حدیث کی ایک روایت میں الفاظ کچھ یوں ہیں: ﴿اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی بندگی ایسے کرو جیسے کہ تم اسے دیکھ رہے ہو''۔ تھوڑے فرق کے ساتھ یہی الفاظ دو اور روایات میں بھی آئے ہیں۔ ﴿وَاَنْ تَعْمَلَ لِلّٰہِ کَاَنَّکَ تَرَاہُ﴾ یعنی اللہ کے لئے مشقت' بھاگ دوڑ' جدوجہد ایسے ہو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ اسی طرح ایک جگہ الفاظ یہ ہیں: ﴿اَنْ تَخْشَی اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ﴾ گویا اللہ کا خوف اتنا ہو کہ جیسے کہ تم اللہ کے سامنے کھڑے ہو۔ اس طرح کی کیفیت انسان پر ہر وقت طاری رہنی چاہئے۔

(مرتب: انور کمال میو)